ختم نبوت

عن جبير بن مطعم قال: سمعت النبي ﷺ يقول: ((إن لي أسماء: أنا محمد، أنا أحمد، وأنا الماحي الذي يمحوا اللّٰه بي الكفر، وأنا الحاشر الذي يحشر الناس على قدمي، وأنا العاقب، والعاقب الذي ليس بعده نبي.))

جبیر بن مطعم کہتے ہیں کہ میں نے نبی ﷺ سے سنا، فرماتے تھے: ''میرے چند نام ہیں: میں محمد ہوں، میں احمد ہوں، میں ماحی (مٹانے والا) ہوں، میرے سبب اللہ تعالیٰ کفر کو مٹاتا ہے، میں حاشر (اکٹھا کرنے والا) ہوں، میرے قدموں پر لوگ اکٹھے کیے جائیں گے، میں عاقب ہوں، عاقب وہ ہوتا ہے جس کے بعد کوئی نبی نہ ہو۔''

(صحيح بخاري، رقم الحديث: ٣٣٣٩، صحيح مسلم، رقم الحديث: ٢٣٥٤)

حضرت مولانا حافظ عبدالمنان نورپوری رحمہ اللہ کا انتقال پرملال

استاذ العلماء والاساتذہ حضرت مولانا حافظ عبدالمنان نورپوری رحمہ اللہ کی وفات حسرت آیات جماعت اہل حدیث کے لیے ایک صدمے اور حزن وملال کا باعث ہے، مگر اللہ تعالیٰ کی رضا پر ہم سب کو راضی رہنا چاہیے۔

إنا لله وإنا إليه راجعون.

مرحوم کی نماز جنازہ ان کے قدیم رفیق مولانا حافظ عبدالسلام بھٹوی حفظہ اللہ نے پڑھائی۔ جنازے میں حافظ صاحب مرحوم کے تلامذہ، ان کے محبین ہزاروں افراد جن میں اکثریت دینی طبقے سے تھی، علمائے کرام، شیوخ الحدیث، اساتذہ وطلباء دینی مدارس، احباب جماعت اہل حدیث، مدرسین نے بھرپور شرکت کی۔

جنازے میں دارالدعوۃ السّلفیہ کے صدر مولانا ابوبکر صدیق السّلفی، مولانا محمد اسحاق بھٹی، حافظ احمد شاکر، حماد الحق نعیم، ڈاکٹر عبدالغفور راشد، حافظ حماد شاکر، خلاد شاکر، ہناد شاکر، حافظ اشرف سعید اور راقم محمد سلیم چنیوٹی ادارے کی طرف سے شریک ہوئے۔

دیگر علماء میں شیخ الحدیث حافظ ثناء اللہ خان مدنی، میاں محمد جمیل، حافظ عبدالرشید اظہر، حافظ عبدالحمید ازہر، شیخ الحدیث عبدالعزیز علوی، حافظ عبداللہ لوکو ورکشاپ لاہور، حافظ ایوب خالد، قاری عبدالمتین اصغر، قاری عبدالہادی، مولانا اسلم گھلوی، حافظ اسعد محمود، چوہدری بشیر یونیورسل آٹوز گوجراں والا، مولانا زبیر علی زئی، مولانا محمد یونس بٹ جامعہ سلفیہ فیصل آباد کے علاوہ بے شمار شریک ہوئے۔

سعودی عرب سے جناب سجاد حمید اردو بازار لاہور اور مولانا امیر حمزہ حماد طور گوجراں والا نے فون پر تعزیت کی۔ حافظ صاحب مرحوم کا جنازہ غائبانہ مسجد نبوی اور بیت اللہ میں پڑھانے کا اہتمام ہوگا اور خصوصی دعائے مغفرت کی گئی۔

دعا ہے اللہ کریم حافظ عبدالمنان نورپوری رحمہ اللہ کی مغفرت فرمائے۔ اعلیٰ علیین میں انبیاء، صدیقین، صالحین کا ساتھ نصیب فرمائے۔ ان کے پس ماندگان میں دو بیٹے، مولانا عبدالرحمٰن ثانی، حافظ عبداللہ صاحب، بیوہ اور چھ بیٹیاں سوگوار ہیں۔ اللہ انھیں صبر جمیل سے نوازے، آمین یارب العالمین۔

(محمد سلیم چنیوٹی)



بسم اللہ الرحمن الرحیم

واعتصموا بحبل اللہ جمیعا ولا تفرقوا

بانی: مولانا محمد عطاء اللہ حنیف رحمہ اللہ

سرپرست: مولانا ابوبکر صدیق السلفی

مسلک اہلحدیث کا داعی و ترجمان

ہفت روزہ

الاعتصام

لاہور

یکے از مطبوعات دار الدعوۃ السلفیۃ

08 ربیع الثانی 1433ھ جمعة المبارک 02 تا 08 مارچ 2012ء

شمارہ 09 جلد 64

مجلس ادارت

- شیخ الحدیث حافظ ثناء اللہ مدنی
- مولانا محمد اسحاق بھٹی
- مولانا ارشاد الحق اثری
- ملک عصمت اللہ قلعوی
- حافظ حماد شاکر

مدیر مسئول

- حافظ احمد شاکر

مینیجر

- محمد سلیم چنیوٹی

0333-4611619

کمپوزنگ

- رضاء اللہ ساجد

0344-4656461

خط کتابت کے لیے : ہفت روزہ الاعتصام، 31 شیش محل روڈ، لاہور

کرنٹ اکاؤنٹ نمبر : ABL 2466-4 بلال گنج برانچ لاہور

فون نمبر : 042-3735 4406

فیکس نمبر : 042-37229802

رجسٹرڈ نمبر : CPL : 12

E-Mail: al.aitisam@gmail.com

بدل اشتراک

فی پرچہ	:	-/12 روپے
سالانہ	:	-/500 روپے
بیرونی ممالک سے	:	-/200 ریال
		-/60 ڈالر امریکی

پرنٹر: پرنٹ یارڈ پرنٹرز، لاہور۔ ناشر: حافظ احمد شاکر، مقام اشاعت: 31 شیش محل روڈ لاہور 54000

اداریہ

تغمدہ اللہ برحمتہ

حافظ احمد شاکر

ہفتہ رفتہ میں جماعت اہل حدیث عموماً اور علماء وطلباء خصوصاً استاذ العلماء مولانا حافظ عبدالمنان نور پوری رحمہ اللہ کے اندوہگین سانحۂ ارتحال سے دوچار ہوگئی۔انا اللہ وانا الیہ راجعون۔

۱۴ رفروری کو حافظ صاحب رحمہ اللہ پر گوجرانوالہ اپنے گھر میں فالج کا حملہ ہوا تھا۔۱۵ رفروری کو انھیں شیخ زائد ہسپتال لاہور میں داخل کرادیا۔حافظ صاحب اس عرصہ میں کم وبیش بے ہوش ہی رہے۔ بالآخر ۲۵، ۲۶ رفروری کی رات ۳ بجے ان کا وقت موعود آن پہنچا اور وہ دار الفنا سے دار البقا کی طرف کوچ کرگئے۔ان للہ ما اخذ ولہ ما اعطی وکل شیء عندہ الی باجل مسمی . ولا نقول الا ما یرضی ربنا۔ انا اللہ وانا الیہ راجعون .

حافظ صاحب رحمہ اللہ پر چند سال قبل بھی فالج کا حملہ ہوا تھا لیکن اللہ تعالیٰ نے مکمل شفا عطا فرمادی تھی۔ پھر حافظ صاحب ایک مرتبہ دل کے عارضے میں بھی مبتلا بھی ہوئے اور انھیں شوگر بھی تھی لیکن حدیث پاک کی تدریس اور دین کی خدمت کی برکت سے اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے ان کو غیر معمولی قوت ارادی سے نواز رکھا تھا جس کے باعث ہر بیماری سے شفایابی کے بعد وہ اپنے تدریسی، تعلیمی اور تبلیغی معمولات شروع فرمادیتے تھے۔حافظ صاحب پر اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی غایت درجہ عنایات تھیں۔ ہمارے علم کی حدتک حافظ صاحب عابدِ شب زندہ دار، زاہدِ مرتاض اور صاحبِ ورع ......تورع نہیں...... شخصیت تھے۔حفظ، تقویٰ، قناعت، اساتذہ کا غایت درجہ احترام، اپنے استاذ گرامی (محترم المقام مولانا عبدالحمید ہزاروی حفظہ اللہ) کی خدمت میں باقاعدہ حاضری، مدرسہ کے نظام کی پابندی، طلباء پر غیر معمولی شفقت، آنے والے خطوط کا بالالتزام جواب دینا، سائلین کی تشفی فرمانا، اور ائمہ اسلاف کا سا انکسار وتواضع حافظ صاحب کے مزاج کی وہ خوبیاں تھیں جس کے سب ملنے والے شاہد ہیں۔سچ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ من تواضع للہ رفعہ اللہ

ہمارے ہاں بے محابا القابات کی بوچھاڑ کی جو وبا چل نکلی ہے حافظ صاحب کا اس سے سخت نفور ہی نہیں بلکہ جس اشتہار میں ان کے نام کے ساتھ لفظ ''حافظ'' کے علاوہ دیگر القابات (شیخ الحدیث وغیرہ) ہوتے تو وہ اس میں شرکت نہ فرماتے اور خطاب سے بھی انکار فرمادیتے۔گویا کہ اگر یہ کہا جائے کہ حافظ صاحب رحمہ اللہ عالم شباب ہی سے شیوۂ پیغمبری کی مجسم مثال تھے تو شاید مبالغہ نہ ہوگا۔رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ

حافظ صاحب کی قلمی خودنوشت کے مطابق ۱۹۴۲ء کو قلعہ دیدار سنگھ (ضلع گوجرانوالہ) کے نواح نور پور (چہل) میں پیدا ہوئے۔ پرائمری کی تعلیم اپنے گاؤں کے پرائمری سکول اور ترجمہ قرآنِ مجید اپنے گاؤں ہی کے امام مسجد مولوی چراغ دین مرحوم جو زندگی میں ان کے راہبر بن گئے، سے پڑھا۔ والدین نے ان کا نام ؟؟؟؟ رکھا لیکن ۱۹۵۵ء میں مولوی چراغ دین مرحوم جب ان کو مولانا محمد اسماعیل سلفی رحمہ اللہ کے پاس جامعہ محمدیہ گوجرانوالہ میں چھوڑ کر آئے، والدین نے ان کا نام خوشی محمد رکھا تھا لیکن مولانا سلفی رحمہ اللہ نے تفاولاً ان کا نام اپنے استاذ گرامی محدثِ پنجاب مولانا حافظ عبدالمنان وزیر آبادی رحمہ اللہ کے نام پر عبدالمنان رکھ دیا اور بعد میں یہی نام ان کا تعارف وشناخت بن گیا۔جامعہ محمدیہ گوجراں والا میں حافظ صاحب نے درس نظامی کا چھ سالہ نصاب مکمل کیا۔ جامعہ سے فراغت کے بعد علوم آلیہ کی انتہائی کتب کی تکمیل دیگر اساتذہ کرام سے کی۔ان کی حیات مستعار کی سب سے قابل رشک بات ان کے اوقاتِ حیات میں برکت تھی۔ایام تعطیل طلباء عموماً کھیل کود میں گزارتے ہیں، آرام کرتے یا پھر عزیز واقارب اور دوست احباب سے ملاقات میں صرف بلکہ ضائع کردیتے ہیں۔لیکن حافظ صاحب نے کسی رمضان میں خطاطی سیکھی۔کسی رمضان المبارک میں تفسیر قرآن کا دورہ کیا، کسی رمضان المبارک میں علم مناظرہ کا دوہ کیا، کسی رمضان المبارک میں کپڑوں کی سلائی سیکھی اور کسی رمضان

المبارک میں قرأت وتجوید کا فیض اٹھایا اور اپنی قرأت کے تلفظ وادا کی مشق سیکھی۔ حافظ رحمہ اللہ کی زندگی کا یہ بھی ایک امتیاز رہا ہے کہ تحقیق کی رو سے حافظ صاحب نے جس عمل کو سنت جانا، جس کو حق سمجھا، حافظ صاحب نے بلا خوف لومۃ لائم عمر بھر اس پر عمل کیا، اس کی تعلیم دی اور تبلیغ کی۔ حافظ صاحب چونکہ علوم عالیہ وآلیہ کا وسیع علم رکھتے تھے صحابہ کے آثار سے شناسا تھے، ائمہ فقہاء کی آراء ان کی نظر میں ہوتی تھیں اور مسلک محدثین کے وہ شناور بھی خوب تھے۔ یہی وجہ ہے کہ حافظ صاحب رحمہ اللہ اپنی تحقیق کی بنا پر بعض تفردات بھی رکھتے تھے اسی لیے ائمہ متقدمین کے شروط پر ہم انھیں اگر مجتہدِ مطلق کا درجہ دے دیں تو اس میں مبالغہ قطعاً نہیں ہوگا کہ محدث ومفسر کے منصب سے اللہ تعالیٰ بہت سے علماء کو سرفراز فرما دیتا ہے لیکن مجتہد مطلق کا مقام ومرتبہ ہر کسی کو نصیب نہیں ہوتا۔

والد گرامی مولانا محمد عطاء اللہ حنیف صاحب رحمہ اللہ مولانا محمد اسماعیل سلفی رحمہ اللہ کی زندگی تک طلباء جامعہ محمدیہ کا سالانہ امتحان لینے جایا کرتے تھے، جتنے سال حافظ صاحب رحمہ اللہ امتحان دیتے رہے والد صاحب رحمہ اللہ واپس آ کر ان کی صلاحیت، قابلیت کا ہمیشہ ذکر فرماتے اور مجھ کو ان کی مثال دے کر مہمیز لگاتے گویا کہ ۱۹۵۵ء ہی سے میں ان کے ذکر خیر سے آشنا تھا۔ ان کے استاذ گرامی مولانا عبدالحمید ہزاروی حفظہ اللہ کے حسب ارشاد ۱۹۶۳ء سے انھوں نے تدریس بھی شروع کر دی تھی۔ ان کی استقامت طبع دیکھئے کہ ۱۹۵۵ء میں جامعہ محمدیہ ہی میں تعلیم کے لیے داخل ہوئے تھے، اور پوری عمر ایک ہی جگہ گزار کر وہیں سے ۲۰۱۲ء میں راہیِ جنت ہوگئے۔ ۱۹۸۶ء سے انھوں نے صحیح بخاری شریف پڑھانی بھی شروع کر دی تھی۔ گویا کم وبیش ۲۵ سال صحیح بخاری شریف پڑھانے کی سعادت سے وہ بہرہ مند رہے۔ ان کے شاگردِ عزیز اور ہمارے مرحوم دوست قاری نعیم الحق رحمہ اللہ جب ان کی قناعت، ورع اور شب زندہ داری کے بعض واقعات کا ذکر فرماتے تو ہم اپنی کم علمی وکوتاہی عمل سے عرق ندامت میں ڈوب جاتے۔

حافظ صاحب رحمہ اللہ نے زندگی صرف تدریس ہی میں نہیں گزاری بلکہ درس قرآن اور خطبہ جمعہ کے علاوہ اپنے محبین ومخلصین کی دعوت پر نزدیک ودور مختلف مقامات میں وعظ وتبلیغ اور دروس قرآن وحدیث بھی ارشاد فرماتے رہے، ان کے خطبات ودروس عموماً نہایت مرتب ہوتے۔ زبان آسان اور مسائل اپنی تحقیق کے مطابق دوٹوک بیان فرماتے، علم مناظرہ کی کتاب رشیدیہ باقاعدہ پڑھنے کے علاوہ حضرت مولانا عبداللہ امجد چھتوی حفظہ اللہ کے ہاں انھوں نے چونکہ فن مناظرہ کی مشق بھی کی ہوئی تھی اس لیے انھوں نے مذہبی مخالفین، مرزائی وغیرہ، کے علاوہ بعض فقہی اختلافی مسائل پر بھی انھوں نے قلمی مناظرے بھی فرمائے۔ ان کے جوابات منضبط، مستحکم، مدلل ہونے کے ساتھ مسکت بھی ہوتے تھے۔ اسی طرح ان کی تحریری خدمات بھی بہت زیادہ ہیں۔ کم وبیش چھوٹی بڑی ان کی ۴۲ تصانیف ہیں جن میں ان کے فتاویٰ کی بڑے سائز کی دو جلدیں (کم وبیش ۱۵۰۰ کے قریب صفحات پر مشتمل) بھی شامل ہیں۔ اسی طرح عربی شاعری میں بھی انھیں دسترس حاصل تھی۔ حضرت العلام مولانا حافظ محمد گوندلوی رحمہ اللہ اور مولانا محمد عطاء اللہ حنیف رحمہ اللہ پر ان کے مرثیات (تعزیتی نظمیں) شاہد ہیں۔ ان کے علاوہ دوران مطالعہ مولانا انور شاہ کاشمیری کی فیض الباری پر حضرت حافظ گوندلوی رحمہ اللہ کے تنقیدی حواشی کی جمع وترتیب بھی فرمائی اس کے علاوہ ان حواشی پر عربی زبان میں فوائد کا اضافہ بھی کیا جس کی تین جلدیں طبع ہوچکی ہیں۔

باقی رہے ان کے شاگرد اور فیض یافتگان تو وہ بلاشبہ ہزاروں میں ہوں گے اور خوش نصیب ہیں وہ جو سلسلۃ الذہب (سونے کی تسبیح) میں شامل ہو کر ان کے لیے یقیناً صدقہ جاریہ بنے ہوئے ہیں۔

ہماری دعا ہے کہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ ان کی خدمات جلیلہ قبول فرمائے۔ ان کے ہزاروں تلامذہ کے علاوہ ان کے تین صاحبزادوں جو بفضلہ تعالیٰ ان کے پسند کردہ (یعنی علم دین کی تدریس وتعلیم کے) راستے پر گامزن ہیں ان کو صدقہ جاریہ بنائے۔ نیز ان کی دینی تصانیف کے فیض کو عام کرے۔

ادارہ الاعتصام ان کے پس ماندگان...... بیوہ، ۳ بیٹے، ۷ بیٹیاں...... ان کے اساتذہ کرام، جامعہ محمدیہ کے منتظمین، رفقائے کار اور تلامذہ ومتوسلین سے تعزیت کرتے اور ان کے شریک غم ہیں۔

درس قرآن

قسط نمبر ۱۲

تفسیر سورۂ یٰسٓ

مولانا ارشاد الحق اثری حفظہ اللہ

﴿اِنَّا جَعَلْنَا فِيْٓ اَعْنَاقِهِمْ اَغْلٰلًا فَهِيَ اِلَى الْاَذْقَانِ فَهُمْ مُّقْمَحُوْنَ ○ وَجَعَلْنَا مِنْ بَيْنِ اَيْدِيْهِمْ سَدًّا وَّمِنْ خَلْفِهِمْ سَدًّا فَاَغْشَيْنٰهُمْ فَهُمْ لَا يُبْصِرُوْنَ ○﴾ [یس: ۸، ۹]

''بے شک ہم نے ان کی گردنوں میں کئی طوق ڈال دیے ہیں، پس وہ ٹھوڑیوں تک ہیں، سوان کے سر اوپر کو اٹھا دیے ہوئے ہیں۔ اور ہم نے ان کے آگے دیوار کردی اور ان کے پیچھے سے ایک دیوار، پھر ہم نے انھیں ڈھانپ دیا تو وہ نہیں دیکھتے۔''

سابقہ آیت مبارکہ میں کفار کی ایمان سے محرومی اور اس کے نتیجے میں ان کے حق میں عذابِ جہنم کے فیصلے کا ذکر تھا، اب ان آیات میں ان کی دائمی محرومی کو ایک مثال سے واضح فرمایا گیا ہے، چنانچہ فرمایا ہے کہ دولت ایمان سے محرومی اس لیے ہے کہ ہم نے ان کی گردنوں میں کئی طوق ڈال دیے ہیں۔

﴿اعناق﴾ یہ ''عنق'' کی جمع ہے۔ جس کے معنی گردن اور اگلے کے ہیں۔ قرآنِ مجید میں یہ لفظ اسی مفہوم میں کئی مقام پر آیا ہے۔ چنانچہ ایک جگہ ارشاد فرمایا:

﴿وَكُلَّ اِنْسَانٍ اَلْزَمْنٰهُ طٰٓئِرَهٗ فِيْ عُنُقِهٖ وَنُخْرِجُ لَهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ كِتٰبًا يَّلْقٰىهُ مَنْشُوْرًا ○﴾ [الإسراء: ۱۳]

''اور ہر انسان کو ہم نے اس کا نصیب اس کی گردن میں لازم کردیا ہے اور قیامت کے دن ہم اس کے لیے ایک کتاب نکالیں گے جسے وہ کھلی ہوئی پائے گا۔''

﴿اغلل﴾ یہ ''غُلٌّ'' کی جمع ہے۔ جس کے معنی طوق ہے۔ اور یہ خاص طور پر اس چیز کو کہتے ہیں جس سے کسی کے اعضا کو جکڑ کر اس کے وسط میں باندھ دیا جائے۔ اور ''غل'' غین کی زیر سے ہو تو اس کے معنی کینہ وحسد ہے۔

اور ﴿الازقان﴾ ''ذقن'' کی جمع ہے جس کے معنی ٹھوڑی ہے۔

اور ﴿مقمحون﴾ اصل میں ''قَمْحٌ'' سے ہے۔ اور ''قَمْحٌ'' اس گیہوں کو کہتے ہیں جو پکنے کے وقت سے لے کر ذخیرہ اندوزی تک بالی کے اندر ہی رکھا جائے۔ پھر اس گیہوں سے جو ستو بنایا جاتا ہے اسے ''قميحة'' کہا جاتا ہے۔ اور ستو کی مناسبت سے کوئی چیز پھانکنے کے لیے سر اوپر اُٹھانے کو ''القمح'' کہتے ہیں۔ پھر محض سر اٹھانے پر خواہ کسی وجہ سے ہو ''قمح'' کہا جانے لگا۔ اسی سے ''قمح البعير'' ہے کہ اونٹ نے اوپر سر اٹھا لیا۔ (مفردات)

اور یہاں بھی ﴿فهم مقمحون﴾ کے معنی ہیں کہ گردن میں طوق پڑنے کی وجہ سے ان کے سر اوپر اُٹھے ہوئے ہیں۔

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ نے فرمایا ہے کہ یہاں ہاتھوں کا ذکر نہیں صرف گلے میں طوق کا ذکر ہے مگر مراد صرف گردن کی بندش نہیں بلکہ مراد یہ ہے کہ گردن کے ساتھ ہاتھ بھی بندھے ہوئے ہیں۔ بسا اوقات ایک چیز کا ذکر کر کے دوسری چیز، جو اسی سے سمجھی جاتی ہے، کا ذکر حذف کردیا جاتا ہے۔ ''غل'' یعنی طوق کہتے ہیں دونوں ہاتھوں کو گردن کے ساتھ جکڑنا اور باندھ دینا۔ بلکہ امام نحاس رحمہ اللہ نے کہا ہے کہ ''فهي'' کا لفظ اشارہ ''ایدی'' کی طرف ہے اعناق کی طرف نہیں ہے۔ اور اصل کلام یوں ہے:

''إنا جعلنا في أعناقهم وفي ايديهم اغلالا .''

اس قسم کے حذف کی مثال قرآنِ مجید ہی میں یوں بھی ہے:

﴿وَجَعَلَ لَكُمْ سَرَابِيْلَ تَقِيْكُمُ الْحَرَّ﴾ [النحل: ۸۱]

''اور تمھارے لیے کچھ قمیص بنائیں جو تمھیں گرمی سے بچاتی ہیں۔''

حالانکہ جو قمیص گرمی سے بچاتی ہے وہ سردی سے بھی بچاتی ہے۔ یہاں بھی ایک کا ذکر کیا ہے اور دوسری چیز اس میں شامل ہے۔

(فتح القدير، قرطبي)

ابن عباس سے منقول ہے کہ یہ آیت ﴿اِنَّا جَعَلْنَا فِيْٓ اَعْنَاقِهِمْ اَغْلٰلًا﴾ اسی طرح ہے جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے ﴿وَ لَا تَجْعَلْ يَدَكَ مَغْلُوْلَةً اِلٰى عُنُقِكَ﴾ [الإسراء: ۲۹] یعنی ان کے ہاتھ ان کی گردنوں سے باندھے ہوئے ہیں کسی عمل خیر کے لیے وہ کھل نہیں سکتے۔ گویا ان کے ہاتھوں میں زنجیر اور گلے میں اتنے طوق ڈال دیئے ہیں جو ان کی ٹھوڑی تک پہنچے ہوئے ہیں۔ یوں ان کی گردنیں اوپر اٹھی ہوئی اور جکڑی ہوئی ہیں نہ اوپر دیکھ سکتے ہیں نہ ہی نیچے، نہ دائیں نہ بائیں۔ یوں نہ وہ کچھ کرسکتے ہیں نہ کوئی نفع حاصل کرسکتے ہیں اور نہ ہی نقصان سے بچ سکتے ہیں اور ہر قسم کی خیر سے محروم ہوگئے ہیں۔

اس میں ان کے استکبار کی طرف بھی اشارہ ہے۔ جس طرح طوق کے نتیجہ میں اکڑی ہوئی اور اوپر اٹھی ہوئی گردن والے کو چلنے کے لیے راستہ نظر نہیں آتا اسی طرح کفار کو بھی راہِ حق نظر نہیں آتا۔ گویا ان کی ضد اور ان کے تکبر سے جو ان کی گردنیں اکڑی ہوئی ہیں ہم نے ان کے اس تکبر کو ان کے گلے کا طوق بنا دیا ہے۔ جس کے نتیجہ میں وہ راہ صواب سے محروم ہوئے ہیں اور کوئی روشن دلیل انھیں نظر ہی نہیں آتی۔

دولت ایمان سے یہ محرومی اور ان کی شقاوت وبدبختی مسلسل ان کے تکبر وتمرد کا نتیجہ ہے اللہ تعالیٰ نے ان کی راہنمائی کے لیے اپنے رسول بھیجے ان پر اپنی کتابیں نازل فرمائیں۔ اور انبیاء کی حقانیت کے لیے آیات وبراہین دکھائیں۔ مگر ان کی شقاوت میں اضافہ ہی ہوتا رہا۔ ان کے اسی تمرد کے نتیجہ میں اللہ تعالیٰ ان کے دلوں میں مہر جباریت لگادی جیسا کہ متعدد آیات مبارکہ میں اس کی وضاحت ہے، مثلاً فرمایا:

﴿خَتَمَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ وَ عَلٰى سَمْعِهِمْ وَ عَلٰٓى اَبْصَارِهِمْ غِشَاوَةٌ﴾ [البقرة: ۷]

''یہی وہ لوگ ہیں جن کے دلوں پر ان کے کانوں اور ان کی آنکھوں پر اللہ نے مہر لگادی ہے اور یہی لوگ ہیں جو بالکل غافل ہیں۔''

اس مفہوم میں متعدد آیات ہیں۔ شائقین الکہف (۵۷، ۱۰۸)، الجاثیہ (۲۳)، المائدہ (۴۱)، الانعام (۱۱۰، ۱۲۵)، ہود (۲۰) وغیرہ ملاحظہ فرمائیں۔

﴿اَيْدِيْهِمْ سَدًّا﴾ اس آیت میں انھی محرومین کی دوسری مثال یا دوسری حالت کا ذکر ہوا ہے ''سد'' دیوار کو کہتے ہیں۔ سَدّ اور سُدّ دونوں لغات ہیں۔ اور دونوں ایک ہی معنی میں ہیں۔ بعض نے کہا ہے سُدّ، سین کے ضمہ کے ساتھ ہو تو قدرتی آڑ کو کہا جاتا ہے اور فتح سین سے ہو تو بنائی ہوئی اور مصنوعی روک کو کہتے ہیں۔ (مفردات)

چنانچہ ان محرومین کی حالت یہ ہے کہ ہم نے ان کے آگے اور پیچھے دیوار کھڑی کردی۔

﴿فَاَغْشَيْنٰهُمْ﴾ پھر ہم نے ان کی آنکھوں پر پٹی باندھ دی ہے۔ جس کی وجہ سے انھیں کچھ نظر نہیں آتا۔ جیسے ایسے شخص کو نکلنے کا کوئی راستہ نظر نہیں آتا اسی طرح یہ متکبرین ومتمردین بھی کفر سے نکل کر صراطِ مستقیم پر گامزن نہیں ہو پاتے۔ امام رازی نے، اللہ ان پر کروڑوں رحمتیں فرمائے، یہاں بڑی لطیف بات فرمائی ہے کہ نظر نہ آنے کی دو قسمیں ہیں: ایک اپنے وجود کو نہ دیکھنا اور دوسرا اپنے گرد وپیش کو نہ دیکھ سکنا۔ کفار کے لیے یہ دونوں موانع ہیں۔ ''طوق'' کی وجہ سے وہ اپنے آپ کو دیکھ نہیں سکتے، جس کے نتیجہ میں وہ انفسی دلائل کو دیکھنے سے محروم ہیں۔ اور ''سد'' یعنی دیوار اور اوڑھ کے نتیجے میں وہ آفاقی دلیل سے محروم ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

﴿سَنُرِيْهِمْ اٰيٰتِنَا فِي الْاٰفَاقِ وَفِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَهُمْ اَنَّهُ الْحَقُّ﴾ [حم السجدة: ۵۳]

''عنقریب ہم انھیں اپنی نشانیاں دنیا کے کناروں میں اور

ان کے نفسوں میں دکھلائیں گے، یہاں تک کہ ان کے لیے واضح ہوجائے کہ یقیناً یہی حق ہے۔''

اس لیے یہ کفار کے لیے ان انفسی اور آفاقی دلائل سے راہ پانے کی سبیل ہی بند کر دی گئی ہے کیونکہ وہ درحقیقت اسی لائق تھے۔ بلکہ اس میں ان کی ہلاکت کی طرف بھی اشارہ ہے کہ جب انسان کے لیے آگے چلنے کا راستہ مسدود ہوتو وہ پیچھے نکلنے کی کوشش کرتا ہے مگر جب راستہ پیچھے سے بھی مسدود ہوتو وہ جگہ ہلاکت کا پیغام بن جاتی ہے گویا وہ ''نہ جائے آمدن نہ پائے رفتن'' کا مصداق ہوکر رہ جاتا ہے۔

اسی طرح ''فَأَغْشَيْنٰهُمْ ''میں ''فاء'' کا تقاضا ہے کہ دیوار اور اوڑھ پردہ ہے یعنی آگے پیچھے دیواریں اس کے بالکل قریب اور متصل ہیں۔ جب دیواروں کا یوں الصاق واتصال ہے تو اس سے وہ اشکال بھی جاتا رہا کہ دائیں بائیں کا ذکر کیوں نہیں ہوا۔ آگے پیچھے راستہ نہ ہوتو دائیں بائیں بھی جایا جاسکتا ہے۔ لیکن یہ تو تب ہے جب دیواروں کے بعد کی وجہ سے دائیں بائیں مڑنے کی گنجائش ہو۔ لیکن جب ان کے قرب واتصال کی وجہ سے ادھر ادھر مڑنے کی گنجائش ہی نہ ہوتو وہ مڑے گا کیسے؟



مولانا فاروق الرحمٰن یزدانی کو صدمہ

مولانا فاروق الرحمٰن یزدانی صاحب مدیر ماہنامہ ترجمان الحدیث، فیصل آباد کے والد گرامی بعارضہ گردہ گزشتہ دنوں وفات پاگئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ احباب موصوف کے لیے دعائے مغفرت فرما کر عنداللہ ماجور ہوں۔ (محمد رمضان یوسف سلفی)

سالانہ عظمت قرآن وسنت کانفرنس

مرکزی جامع مسجد تقویٰ اہل حدیث چک نمبر ۱۴۲ بنگلہ منٹھار رحیم یار خان میں ۱۷؍ مارچ ۲۰۱۲ء بروز ہفتہ بعد نماز مغرب قرآن وسنت کانفرنس ہوگی۔ مولانا قاری عبدالوکیل صدیقی، مولانا محمد حنیف ربانی ودیگر خطاب کریں گے۔ (اللہ دتہ ظفر، ناظم مرکزی جمعیت صادق آباد)

روانگی عمرہ کی سعادت

مولانا محمد یاسین شاد خطیب جامع مسجد السلام اہل حدیث، گلشن فیض کالونی ملتان، ۲۶؍ فروری ۲۰۱۲ء اتوار عمرہ کے لیے روانہ ہوئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کا یہ سفر قبول فرمائے، آمین۔ (احمد دین سعودی، فون: 0323-8139455)

مولانا محمد شفیع پرواز کی وفات

مولانا محمد شفیع پرواز صاحب ۵۵ برس کی عمر طبعی پاکر ۲۰؍ فروری ۲۰۱۲ء بروز پیر وفات پاگئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ ان کی نماز جنازہ مولانا قاری صہیب میر محمدی صاحب نے پڑھائی۔ احباب موصوف کے لیے دعائے مغفرت فرمائیں۔ (محمد یحییٰ عزیز ڈاہروی)

حاجی شفاء اللہ وسیم کو صدمہ

حاجی شفاء اللہ وسیم صاحب بی ایم اے فارما اوکاڑا والوں کی والدہ محترمہ ۱۶؍ فروری جمعرات کو وفات پاگئیں۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ مرحومہ کی عمر ۹۰ برس تھی۔ اللہ کریم سے دعا ہے کہ انھیں اپنے جوارِ رحمت میں جگہ دے۔ ادارہ الاعتصام مرحومہ کی مغفرت کے لیے دعا گو ہے اور حاجی صاحب کے غم میں شریک ہے۔

(محمد سلیم چنیوٹی ویحییٰ عزیز ڈاہروی)

درسِ حدیث

توفیق الباری

"الادب المفرد" للبخاری کا اردو ترجمہ مع تشریحات وفوائد

از حضرت نواب سید صدیق حسن خان صاحب رحمہ اللہ
تسہیل: حافظ محمد اشرف سعید (نیوکرول شالامار باغ۔لاہور)

١١٨٥ . عن أبي هريرة: خرج النبي ﷺ في طائفة [من النهار] لا يكلمني ولا أكلمه حتى أتى سوق بني قينقاع فجلس بفناء بيت فاطمة فقال: ((أثم لكع؟ أثم لكع؟)) فحبسته شيئا، فظننت أنها تلبسه سخابا أو تغسله فجاء يشتد حتى عانقه وقبله وقال: ((اللهم أحببه وأحبب من يحبه.))

''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ صحابہ کی ایک جماعت کے ساتھ باہر نکلے نہ آپ ﷺ نے مجھ سے کوئی بات کی نہ ہی میں نے آپ ﷺ سے کوئی بات کی یہاں تک کہ آپ ﷺ بنی قینقاع کے بازار میں تشریف لائے وہاں سے واپسی پر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے گھر کے صحن پر آ کر بیٹھ گئے اور اپنے نواسے حضرت حسن رضی اللہ عنہ کو پکارتے ہوئے کہا: کیا یہاں وہ چھوٹا ہے؟ دو دفعہ فرمایا۔ میرے خیال میں حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا نے اسے روکا ہوا تھا۔ آپ رضی اللہ عنہا اس کو کپڑے پہنا رہی تھیں یا نہلا رہی تھیں۔ اتنے میں وہ دوڑتا ہوا آیا اور آپ ﷺ کے گلے سے لپٹ گیا۔ آپ ﷺ نے اسے گلے سے لگایا اور بوسا دیا اور فرمایا: ''الٰہی اس کو محبوب بنالے اور انھیں بھی اپنا محبوب بنالے جو اس سے محبت رکھے۔''

فائدہ: یہ حدیث حسنین (حسن وحسین) رضی اللہ عنہما کی محبت باسعادت پر دلیل ہے، اور حضرت محمد ﷺ کی یہ دعا ضرور قبول ہوگی، ان شاء اللہ۔ اللہ تعالیٰ اس قبولیت کی برکات اور اپنی رحمت سے ہمیں بھی نوازے اور ہمیں محروم نہ رکھے۔ اللھم آمین ثم آمین۔

باب: إذا قام له رجل من مجلسه لم يقعد فيه

اگر کوئی آدمی مجلس میں سے کسی کے لیے کھڑا ہو تو وہ اس کی جگہ پر نہ بیٹھے

١١٨٦ . عن ابن عمر قال: نهى النبي ﷺ أن يقيم الرجل من المجلس ثم يجلس فيه، وكان ابن عمر إذا قام له رجل من مجلسه لم يجلس فيه.

''حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے منع کیا ہے کہ آدمی مجلس میں سے کسی کو اٹھا کر خود اس کی جگہ پر بیٹھ جائے۔ حضرت عبداللہ بن عمر کی عادت تھی اگر کوئی شخص ان کے لیے کھڑا ہوتا تو وہ اس کی جگہ پر نہیں بیٹھتے تھے۔''

باب: الأمانة

امانت کا بیان

١١٨٧ . عن أنس: خدمت رسول الله ﷺ يوما، حتى إذا رأيت أني قد فرغت من خدمته قلت يقيل النبي ﷺ فخرجت من عنده، فإذا غلمة يلعبون، فقمت أنظر إليهم إلى لعبهم فجاء النبي ﷺ فانتهى إليهم، فسلم عليهم ثم دعاني، فبعثني إلى حاجة فكان في فيء حتى

أتيته وأبطأت على أمي فقالت: ما حبسك؟ قلت: بعثني النبي ﷺ إلى حاجة، قالت: ما هي؟ قلت: إنه سر للنبي ﷺ فقالت: احفظ على رسول الله ﷺ سره، فما حدثت بتلك الحاجة أحدا من الخلق، فلو كنت محدثا حدثتك بها.

''حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے میں نے ایک دن رسول اللہ ﷺ کی خدمت کی جب میں آپ کی خدمت سے فارغ ہوگیا میں نے محسوس کیا اب آپ ﷺ قیلولہ فرمائیں گے۔ میں آپ کے پاس سے باہر نکل آیا۔ دیکھا کہ باہر کچھ لڑکے کھیل رہے ہیں میں کھڑا ہوکر ان کے کھیل کو دیکھنے لگا۔ رسول اللہ ﷺ تشریف لائے ان لڑکوں کے پاس پہنچ گئے ان کو سلام کیا مجھے ایک کام کے لیے بھیجا وہ کام گویا میری زبان پر ہے میں واپس آپ کی خدمت میں آیا اپنی والدہ کے پاس دیر سے پہنچا انھوں نے پوچھا اتنی دیر کیوں لگائی؟ میں نے کہا: رسول اللہ ﷺ نے مجھے کسی کام کے لیے بھیجا تھا۔ والدہ نے پوچھا کس کام کے لیے آپ ﷺ نے بھیجا تھا؟ میں نے کہا یہ تو نبی ﷺ کا راز ہے۔ والدہ نے کہا رسول اللہ ﷺ کے راز کی حفاظت کرو۔ تو میں نے کسی سے وہ راز بیان نہیں کیا اگر بیان کرتا تو تمھیں بتا دیتا۔''

فائدہ: حفظ سر اسی کا نام ہے کہ حضرت انس نے کام کیا۔ نہ ماں سے کہا اور نہ ثابت، راوی حدیث، سے۔ سیاق سے ظاہر ہے کہ شاید مرتے دم تک کسی مخلوق سے بھی نہیں کہا۔

باب: إذا التفت التفت جميعا

جب کسی کی طرف متوجہ ہوتو پورا متوجہ ہو

۱۱۸۸ . عن سعيد بن المسيب، أنه سمع أبا هريرة يصف رسول الله ﷺ: كان ربعة وهو إلى الطول أقرب، شديد البياض، أسود شعر اللحية، حسن الثغر، أهدب أشفار العينين، بعيد ما بين المنكبين، مفاض الخدين، يطأ بقدمه جميعا، ليس لها أخمص، يقبل جميعا ويدبر جميعا، لم أر مثله قبل ولا بعد.

''حضرت سعید بن مسیّب سے روایت ہے کہ انھوں نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کو سنا وہ رسول اللہ ﷺ کا حلیہ مبارک یوں بیان کرتے تھے کہ آپ کا قد مبارک درمیانہ مائل بہ درازی لمبائی تھا۔ نہایت گورے چٹے، ڈاڑھی کے بال سیاہ، ہنس مکھ، پلکیں دراز، چوڑا سینہ، رخسار مبارک ہموار، آپ کے قدم چلتے وقت پورے پڑتے تھے، تلوے میں زیادہ گہرائی نہ تھی، جب کسی کی طرف متوجہ ہوتے تو پوری طرح متوجہ ہوتے، جب جانے کے لیے پھرتے تو مکمل طور پر یک سو ہوکر چلتے، میں نے آپ جیسا شخص نہ پہلے کبھی دیکھا تھا اور نہ بعد میں کبھی دیکھا۔''

باب: إذا أرسل رجلا [إلى رجل] في حاجة فلا يخبره

جب قاصد کو کسی آدمی کو بلا لانے کے لیے بھیجے تو وہ اس کو راستہ میں کچھ نہ بتائے

۱۱۸۹ . عبد الله بن زيد بن أسلم عن أبيه، عن جده قال: قال لي عمر: إذا أرسلتك إلى رجل فلا تخبره بما أرسلتك إليه، فإن الشيطان يعد له كذبة عند ذلك.

''عبداللہ بن زید بن اسلم عن ابیہ عن جدہ روایت کرتے ہیں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مجھ سے کہا کہ جب میں تم کو کسی آدمی کے پاس بھیجوں تو اسے یہ نہ بتاؤ کہ تمھیں کس کام کے لیے بھیجا ہے ورنہ شیطان اسی وقت جھوٹ اس کے لیے تیار کردے گا۔''

(۸)

جرعات

مولانا عطاء اللہ حنیف بھوجیانی رحمہ اللہ

علم قرآن وحدیث کو ایمان ویقین کی مضبوطی سے پکڑنا یعنی احکام الٰہیہ اور سنن نبویہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کے مطابق زندگی گزارنے کو اہل علم تمسک بالکتاب والسنہ کہتے ہیں۔ اس کا سب سے بڑا ثمر رائے میں توازن واعتدال ہوتا ہے۔ وسعت مطالعہ کے باوجود تجدد کی پھسلن پر بھی تمسک بالکتاب والسنہ کی نعمت سے اللہ تعالیٰ نے مولانا کو نوازے رکھا۔ ذیل کا اداریہ محرم الحرام جیسے حساس موضوع پر انھوں نے تحریر فرمایا۔ اس میں ان کا وازن واعتدال، حفظ مراتب اور حکمت بھری موعظت ونصیحت ملاحظہ فرمائیے کہ اگر علماء ایسا طریقہ اظہار اپنا لیں تو پھر چارسو نفرت کے شعلوں کی بجائے گلہائے محبت والفت یقیناً لہلہانے لگیں۔ (احمد شاکر)

محرم الحرام کی مناسبت سے اہل سنت حضرات کے ملاحظہ، غور اور اس پر عمل کے لیے اس احکام ومسائل اور بعض متعلقہ امور ذیل میں درج کیے جاتے ہیں:

۱: شرعی حیثیت سے اس مہینے کے مقتضیات وہ ہی ہیں جن کا ذکر مندرجہ تحت صحیح ومستند احادیث میں آ گیا ہے۔

⊙ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((افضل الصيام بعد شهر رمضان شهر الله المحرم.))

یعنی رمضان کے بعد (نفلی) روزوں کے لیے سب سے فضیلت والا مہینہ محرم ہے۔

⊙ رسولِ اکرم ﷺ مدینہ تشریف لے گئے تو جب دیکھا کہ یہود عاشورے کے دن کا روزہ رکھتے اور اس کی تعظیم کرتے ہیں تو فرمایا: ما هذا اليوم الذي تصومونه ''اس دن کا روزہ کیوں رکھتے ہو؟'' انھوں نے کہا: هذا يوم عظيم انجى الله فيه موسى وقومه واغرق فرعون وقومه فصامه موسى شكرا فنحن نصوم ''کہ اس دن اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اور ان کی قوم کو نجات دی۔ اور ان کے دشمن فرعون وغیرہ کو غرق کر دیا۔ اس لیے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے شکر کے طور پر روزہ رکھا اور ہم بھی (ان کی اتباع اور اس دن کی تعظیم میں) روزہ رکھتے ہیں۔''

آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا: ((فنحن احق واولى بموسى منكم فصامه ﷺ وامر بصيامه)) ''ہم پر موسیٰ علیہ السلام کے حقوق تم سے زیادہ ہیں۔'' چنانچہ خود بھی روزہ رکھا اور اس کا حکم بھی دیا۔ (صحیح مسلم: ۲/ ۳۵۹)

⊙ بعض احادیث میں یہ بھی ہے کہ یہود اس دن کو عید مناتے اور اس میں زیب وزینت بھی کرتے تھے مگر رسولِ اکرم ﷺ نے مسلمانوں کو ارشاد فرمایا کہ وہ اس دن روزہ ہی رکھیں:

كان اهل خيبر يصومون يوم عاشوراء يتخذون عيدا ويلبسون نساءهم فيه حليهم وشادتهم فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم فصوموه انتم. (صحیح مسلم: ۱/ ۳۵۹)

⊙ بعض روایتوں میں ہے کہ قریش بھی اس دن روزہ رکھتے تھے۔ (صحیح مسلم)

⊙ اپنے آخری دور میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اگر میں آئندہ سال زندہ رہا تو ۹ رمحرم کے ساتھ ۱۰ رمحرم کا روزہ بھی ہم رکھیں گے۔

فاذا كان العام المقبل ان شاء الله صمنا اليوم التاسع. (صحیح مسلم) وفی روایتین بقیت

الی قابل لاصومن التاسع ولآمرن بصیام یوم قبله ویوم بعده . (لطائف المعارف، ص: ۴۹)

⊙ عن ابن عباس عن النبی ﷺ قال صوموا یوم عاشوراء وخالفوا الیهود صوموا قبله یوما وبعده یوما . (مسند امام احمد: ۴/ ۲۱ بسند حسن)

یعنی یہود کی مخالفت کرتے ہوئے ۹،۱۰ یا ۱۰، ۱۱ محرم کا روزہ رکھا کرو۔

رسول اللہ ﷺ سے اس دن کے روزے (کے ثواب) کی بابت سوال ہوا تو فرمایا اس سے گزشتہ سال کے گناہ معاف ہوجاتے ہیں۔''

سئل عن صوم یوم عاشوراء فقال یکفر السنة الماضیة . (صحیح مسلم)

خلاصہ یہ ہے کہ جتنا امتیاز اس مہینے یا عاشورے کے دن کو حاصل ہے وہ روزے ہی سے متعلق ہے، اس کے سوا باقی جس قدر حدیثیں بیان کی جاتی ہیں حفاظ ونقادان فن حدیث کی نظر میں ان کی نسبت رسول اللہ ﷺ کی طرف مشکوک ہے۔ اس لیے ان کی بنا پر سب کام مثلاً اس دن خصوصی کھانا پکانا، گھر میں فراخی وتوسیع کرنا، صدقہ وخیرات، مساکین کو کھانا کھلانا، دانے جوش دینا، سبیلیں لگوانا، ایسی سبیلوں سے پانی پینا، ماتمی لباس پہننا، سرمہ لگانا، قبروں کی زیارت کو جانا وغیرہ سب امور بدعت وناجائز ہیں۔ (ما ثبت بالسنة وغیرہ)

۲: اسلام کی تاریخ میں بڑا اہم حادثہ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی شہادت کا ہے جو ایرانیوں اور یہودیوں کی سازش سے ۲۳ھ کے آخر میں واقع ہوئی اور یکم محرم ۲۴ھ کو آپ کی تدفین عمل میں آئی ایک اہم حادثہ یہ ہوا کہ کوفے کے شیعیان علی نے حضرت حسین رضی اللہ عنہ کو کوفہ بلایا۔ پھر اموی گورنر عبید اللہ ابن زیاد کی فوج میں شامل ہو کر خود ہی حضرت حسین کو ان کے متعدد ساتھیوں اور گھر والوں سمیت کربلاء کے میدان میں ۱۰/ محرم ۶۱ھ کو شہید کردیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

اس میں شک نہیں کہ یہ دونوں حادثے بڑے ہی دور رس نتائج کے حامل تھے مگر ان سے محرم کی حیثیت میں مذہبی نقطہ نگاہ سے کوئی اضافہ نہیں ہوا۔

۳: یہ تو ظاہر ہے کہ حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی شہادت سے اسلام اور مسلمانوں کو شدید نقصان پہنچا۔ لیکن حضرت علی رضی اللہ عنہ سمیت کسی صحابی نے آپ کی تاریخ شہادت وتدفین کو کسی قسم کی اہمیت نہیں دی، مگر عجیب بات ہے کہ حضرت حسین کی شہادت کے دن ۱۰/ محرم کو اتنی بڑی اہمیت دے دی گئی، اس قدر کہ حضرت عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہ اور خود حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے والد حضرت علی مرتضی رضی اللہ عنہ کی مظلومانہ وبے دردانہ شہادتیں بھی اس کے سامنے ماند پڑگئیں۔

حافظ ابن کثیر رحمہ اللہ نے البدایہ والنہایہ میں واقعہ شہادت حسین رضی اللہ عنہ ذکر کرکے کس قدر صحیح لکھا ہے:

کل مسلم ینبغی له ان یحزنه قتله فانه من سادات المسلمین وعلماء الصحابة وابن بنت رسول الله ﷺ التی هی افضل بناته وقد کان عابدا وشجاعا وسخیا ولکن لا یحسن ما یفعله من اظهار الجزع والحزن الذی لعل اکثره تصنع ورياء وقد کان ابوه افضل فقتل وهم لا یتخذونه ماتما کمقتل الحسین وکذلك عثمان کان افضل من علی عند اهل السنة وقد قتل وهو محصور فی داره وقد ذبح من الورید الی الورید ولم یتخذ الناس یوم قتله ماتما وکذلك عمر بن الخطاب کان افضل من عثمان وعلی قتل وهو قائم یصلی فی المحراب صلوة الفجر ولم یتخذ الناس یوم قتله ماتما انتهی .

(البدایه والنهایه: ۸/ ۲۰۳)

یعنی ہر مسلمان کو حسین رضی اللہ عنہ کی شہادت کا غم ضرور ہونا چاہیے

کہ آنحضرت ﷺ کے پیارے نواسے، اور عابد وبہادر صحابی کو شہید کردیا گیا لیکن ان کے والد علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کی شہادت کیا اس سے کم اہم ہے، پھر حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی شہادتوں کے دنوں کو کسی صحابی نے یوم ماتم نہیں بنایا نہ کسی کو اہمیت دی۔

اور شاہ ولی اللہ کا یہ ارشاد بھی کتنا مبنی بر حقیقت ہے:

یا معاشر بنی آدم اتخذتم رسوما فاسدة تغیر الدین اجتمعتم یوم عاشوراء فی الاباطیل فقوم اتخذو ہ ماتما اما تعلمون ان الایام ایام الله والحوادث من مشیة الله وان کان حسین قتل فی هذا الیوم فای یوم لم یمت فیه محبوب من المحبوبین وقوم اتخذوه منسکا بصنیعکم. (تفہیمات الهیه: ١/ ٢١٨)

”لوگو! دین کو بدل ڈالنے والے کیسے رواجوں کے خوگر ہوگئے ہو۔ عاشوراء کے دن کیسی کیسی بیہودگیاں کرتے ہو۔ سب دن اللہ تعالیٰ کے ہیں حضرت حسین (اگر اتفاقاً) اس دن شہید ہوگئے تو کون سا ایسا دن ہے جس میں کسی نہ کسی اللہ کے بندے کی وفات نہ ہوئی ہو۔“

۴: بہت کم لوگوں کو معلوم ہے کہ واقعہ کربلا کو مبالغہ آمیز داستان کی حیثیت سے بیان کرنے والے دو شخص ہیں ابومخنف لوط بن یحییٰ، اور ہشام بن محمد الکلبی۔ مگر دونوں کے متعلق راویوں کی تحقیق کرنے والے محدثین کا فیصلہ ہے کہ یہ دونوں، داستان گو اور بہت زیادہ جھوٹ بولنے والے ہیں۔

آٹھویں صدی کے مستند مؤرخ حافظ ابن کثیر یہ داستانی واقعات ذکر کر کے لکھتے ہیں:

اکثره من روایة ابی محنف لوط بن یحییٰ وقد کان شیعیا وهو ضعیف الحدیث عند الائمة لکنه اخباری. (البدایه: ٨/ ٢٠٢)

زیادہ تفصیل لسان المیزان (۴/۴۹۲) میں ہے اور ہشام بن محمد کے متعلق حافظ ذہبی اور حافظ ابن حجر دونوں لکھتے ہیں کہ وہ رافضی اور افسانہ طراز ہی تھا۔ حدیث میں قابل اعتماد نہ تھا۔ (لسان المیزان: ۶/۱۹۶) نیز دیکھئے منہاج السنہ (۱/۱۳)

تاریخ طبری مروجہ واقعات کا ماخذ ہے مگر ان کا اکثر حصہ ابومخنف صاحب کی داستان سرائی کا مرہون منت ہے اہل سنت علماء وواعظین کو چاہیے کہ اس واقعہ کو بیان کرتے وقت تحقیق کرلیا کریں کہ اس میں کہیں لوط صاحب کی مہربانی شامل تو نہیں ہے۔ کیونکہ اس واقعہ کا افسانوی حصہ شیعی پروپیگنڈا کا پہلا زینہ ہے۔

مسئلہ ایصالِ ثواب کا تحقیقی جائزہ

ایصالِ ثواب کی جائز اور ناجائز صورتیں

حافظ صلاح الدین یوسف، مدیر شعبۂ تحقیق وتالیف، دارالسلام، لاہور

توبہ کی صورت میں قضا یا فدیے کا مسئلہ:

جہاں تک علمائے احناف کے اس فتوے کا تعلق ہے کہ توبہ کی صورت میں وہ اپنی ۲۰،۳۰ سال کی نمازوں کی بھی قضا اس طرح دے کہ اتنے ہی سالوں تک وہ ہر نماز ڈبل پڑھے۔ وغیرہ۔ اس سلسلے میں ہماری گزارشات حسب ذیل ہیں۔

آج کل لوگوں کو ایک نماز پڑھنا ہی مشکل ہے، ان کو ۲۰،۳۰ سال تک ڈبل نمازیں پڑھنے کا حکم یا فتویٰ دینا یقیناً تکلیف مالا یُطاق (ان کی طاقت سے باہر) ہے۔ دیکھتے نہیں کہ حنفی حضرات ایک نماز ہی ''تُو چل میں آیا'' کے انداز میں پڑھتے ہیں، جب ان کو ہر نماز دو دو کرکے پڑھنی پڑے گی تو وہ کس طرح نماز کا مزید حلیہ بگاڑیں گے۔ اگر یہ شریعت کا حکم ہوتا تو بات اور تھی لیکن شریعت اسلامیہ تو فطرت کے عین مطابق ہے اور اس کا کوئی حکم بھی ایسا نہیں ہے جو انسانی طاقت سے بالا ہو:

﴿لَا یُکَلِّفُ اللّٰہُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَھَا﴾ [البقرۃ: ۲۸۶]

''اللہ کسی کو اس کی طاقت سے زیادہ کسی بات کا مکلّف نہیں ٹھہراتا۔''

جب کہ علمائے احناف کا مذکورہ فتویٰ یقیناً انسانی طاقت سے بالا ہے۔ اس لیے یہ شریعتِ اسلامیہ کے مزاج وفطرت اور اس کے دیگر تمام احکامات سے متجاوز ہے۔ اسی لیے ہم کہتے ہیں کہ یہ فتویٰ بے بنیاد ہے، اس کی پشت پر کوئی مضبوط شرعی دلیل نہیں ہے، جیسا کہ ہم ابھی وضاحت کریں گے۔

ثانیاً: فرض کرو، ایک شخص اپنی ۲۰،۳۰ سالہ چھوٹی ہوئی نمازوں کی قضا شروع کر دیتا ہے اور ہر نماز وہ ڈبل پڑھتا ہے، سال دو سال وہ اس طرح کرتا ہے اور پھر فوت ہو جاتا ہے، اب بقیہ سالوں کی نمازوں کا کیا بنے گا؟

کیا یہاں یہی فتویٰ نہیں دیا جائے گا کہ توبہ سے وہ معاف ہو جائیں گی کیونکہ اس نے قضا شدہ نمازوں کی ادائیگی شروع کر دی تھی اور اس کا یہ عمل توبہ ہی کے مترادف ہے؟ گویا بات بالآخر توبہ ہی پر ٹھہری۔ اور جب بات توبہ ہی پر ٹھہرنی ہے تو پہلے مرحلے پر ہی کیوں نہ توبہ کی اہمیت کو تسلیم کر لیا جائے۔ نیز یہ کہ اللہ کی طرف آنے والے مسلمان کو آزمائش میں ڈالنے کے بجائے کہ تم ایک طویل عرصے تک دو دو نمازیں پڑھو، کیوں نہ یہ کہا جائے کہ پچھلی کوتاہیوں کی تلافی کے لیے سچے دل سے توبہ کر لینی ہی کافی ہے اور سچی توبہ کا مطلب یہ ہے کہ آئندہ نماز کی ادائیگی اور دیگر احکام وفرائض میں عمداً کوتاہی نہ ہو۔

آج کل متساہل مسلمان کو اللہ کی رحمت ومغفرت سے مایوس کرکے اس پر اس کی طاقت سے زیادہ بوجھ ڈال دینا اور شریعت ہی سے اسے باغی بنا دینا، اصلاح وتبلیغ کی صحیح حکمت عملی ہے یا احساسِ ندامت سے سرشار مسلمان کی حوصلہ افزائی کرکے اور توبہ ومغفرتِ الٰہی کی نوید جاں فزا سنا کر اس کو شریعت کی پابندی پر آمادہ کرنا صحیح حکمت عملی ہے؟

عقل ومنطق کی رُو سے کون سی بات صحیح اور وزنی ہے؟ عقل

ومنطق کی بات ہم اس لیے کر رہے ہیں کہ علمائے احناف کے پاس اپنے موقف کے اثبات کے لیے کوئی واضح نص اور شرعی دلیل نہیں ہے ورنہ نص اور شرعی دلیل کے مقابلے میں عقل ومنطق اور قیاس ورائے کی کوئی اہمیت نہیں۔ نص (دلیل شرعی) کے سامنے تو سوائے سرِ تسلیم خم کرنے کے کوئی چارہ نہیں۔

احناف کی دلیل کا تجزیہ:

علمائے احناف جس حدیث سے استدلال کرتے ہیں، ذرا دیکھیے کہ اس سے ان کا موقف ثابت ہوتا ہے؟ نبی ﷺ کا فرمان ہے:

((من نسي صلاة فليصل إذا ذكر ، لا كفارة لها إلا ذلك .))

(صحيح بخاري، رقم الحديث : ٥٩٧)

''جو شخص نماز پڑھنی بھول جائے، وہ اس وقت پڑھ لے جب اسے یاد آئے، یہی اس کا کفارہ ہے۔''

صحیح مسلم کی روایات کے الفاظ ہیں:

۱۔ ((من نسي صلاة أو نام عنها ، فكفارتها أن يصليها إذا ذكرها .))

۲۔ ((إذا رقد أحدكم عن الصلاة أو غفل عنها فليصلها إذا ذكرها فإن الله عزوجل يقول: وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ لِذِكْرِىْ.))

(صحيح مسلم، رقم الحديث : ٦٨٤)

۱۔ ''جو نماز پڑھنی بھول جائے یا سویا رہ جائے تو اس کا کفارہ یہی ہے کہ یاد آنے (یا جاگنے) پر اسے پڑھ لے۔''

۲۔ ''جب تم میں سے کوئی سو جائے اور نماز نہ پڑھ سکے یا اس سے غافل ہو جائے تو جب بھی اسے یاد آئے، پڑھ لے، اس لیے کہ اللہ عزوجل فرماتا ہے: نماز میری یاد کے لیے قائم کرو۔''

صحیح بخاری وصحیح مسلم کی ان تینوں روایات کے الفاظ پر غور کریں تو مسئلہ بالکل واضح ہو جاتا ہے۔ ان میں جو الفاظ استعمال ہوئے ہیں، حسب ذیل ہیں:

نَسِيَ (بھول گیا)، نَامَ (سویا رہ گیا۔ یا سو گیا)، رَقَدَ (سو گیا) غَفَلَ عَنْهَا (نماز سے غافل ہو گیا، یہ بھی نسیان اور ذہول (بھول جانے) ہی کے مفہوم میں ہے)

یہ سارے الفاظ اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ کسی وقت بھول، یا نیند یا ذہول کی وجہ سے کوئی نماز رہ جائے تو یاد آنے پر یا جاگ آنے پر فوراً پڑھ لے۔ یعنی یہ گمان نہ کرے کہ اب تو نماز کا وقت ہی نکل گیا اور نماز نہ پڑھے یا یہ خیال کرے کہ اب یہ نماز آج کے بجائے میں کل اس کے وقت پر ہی پڑھوں گا۔

ان دونوں کی نفی فرما کر یہ تاکید فرمائی کہ یاد آتے ہی یا بیدار ہوتے ہی بلا تاخیر نماز پڑھ لے۔

علاوہ ازیں رسول اللہ ﷺ کے اس فرمان کے پس منظر کو بھی سامنے رکھا جائے تو مزید وضاحت ہو جاتی ہے، یعنی وہ کیا واقعہ ہے جو رسول اللہ ﷺ اور صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کو پیش آیا اور اس موقع پر آپ ﷺ نے یہ ارشاد فرمایا، یہ مشہور واقعہ ہے اور صحیح مسلم کے مذکورہ باب کے آغاز ہی میں یہ پس منظر ایک حدیث میں بیان ہوا ہے، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

رسول اللہ ﷺ جب غزوۂ خیبر سے واپس آئے تو رات کو سفر کرتے رہے۔ یہاں تک کہ جب آپ ﷺ کو اونگھ یا نیند آنے لگی تو آپ ﷺ نے ایک جگہ قیام فرمایا اور حضرت بلال رضی اللہ عنہ سے فرمایا کہ تم رات کا خیال رکھنا (یعنی فجر کا وقت ہو جائے تو ہمیں جگا دینا) حضرت بلال رضی اللہ عنہ نوافل ادا کرتے رہے (تاکہ ان کو نیند نہ آئے) رسول اللہ ﷺ اور صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سو گئے۔ فجر کا وقت جب قریب ہوا تو بلال رضی اللہ عنہ بھی اپنی سواری کے ساتھ ٹیک لگا کر کچھ آرام کرنے لگے، ان کا رخ صبحِ صادق کے طلوع ہونے ہی کی طرف تھا (تاکہ وہ ساتھیوں کو جگا دیں) لیکن ان کی بھی آنکھ لگ گئی اور رسول اللہ ﷺ، صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم اور بلال رضی اللہ عنہ سب ہی سوئے رہ گئے اور فجر کا وقت نکل گیا حتی کہ سورج نکل آیا اور سورج کی شعاعیں جب ان پر پڑیں تو

بیدار ہوئے اور سب سے پہلے رسول اللہ ﷺ بیدار ہوئے (فجر کی نماز رہ جانے پر) رسول اللہ ﷺ گھبرا گئے اور پوچھا: اے بلال رضی اللہ عنہ! (یہ تم نے کیا کیا، تم نے ہمیں اٹھایا کیوں نہیں؟) حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے جواب دیا: میرے ماں باپ آپ ﷺ پر قربان ہوں، جو نیند آپ ﷺ پر غالب رہی وہی، نیند مجھ پر بھی غالب آ گئی۔ پھر آپ ﷺ نے وہاں سے کوچ فرمانے کا حکم دیا اور تھوڑی دور جا کر وضو فرمایا (صحابہ نے بھی وضو کیا) پھر آپ ﷺ نے ان کو صبح کی نماز پڑھائی اور نماز سے فارغ ہو کر آپ ﷺ نے فرمایا:

''جو شخص نماز پڑھنی بھول جائے (یا سو یا رہ جائے) تو وہ اس وقت پڑھ لے جب اسے یاد آئے۔''

(صحیح مسلم، رقم الحدیث : ٦٨٠)

اس واقعے اور پس منظر سے واضح ہے کہ مذکورہ احادیث میں بیان کردہ حکم ان صورتوں سے متعلق ہے جو کسی سے غیر ارادی طور پر کوئی نماز رہ جائے، بھول کی وجہ سے یا نیند کی وجہ سے، تو وہ اسے فوراً یاد آنے پر یا بیدار ہونے پر پڑھ لے۔

ان احادیث کا کوئی تعلق جان بوجھ کر سالہا سال نماز نہ پڑھنے والے سے نہیں ہے نہ ان میں ایسے لوگوں کی بابت کوئی حکم ہی دیا گیا ہے؟ تاہم یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ پھر ایسے لوگوں کی بابت شریعت کا کیا حکم ہے؟ یا کیا حکم ہونا چاہیے؟

یہ صورت چونکہ رسول اللہ ﷺ اور صحابۂ کرام کے دور میں نہیں تھی کیونکہ اس دور خیر القرون میں تو یہ تصور ہی نہیں تھا کہ کوئی شخص مسلمان ہونے کا دعویٰ بھی کرے اور نماز نہ پڑھے۔ صحابۂ کرام تو کفر اور اسلام کے درمیان فرق کرنے والی چیز، نماز ہی کو تصور کرتے تھے اور نبی ﷺ کے فرامین سے بھی یہی واضح ہوتا ہے کہ عمداً ترکِ صلاۃ کفر کے مترادف ہے، اللہ تعالیٰ کا فرمان:

﴿وَاَقِیۡمُوا الصَّلٰوۃَ وَلَا تَکُوۡنُوۡا مِنَ الۡمُشۡرِکِیۡنَ﴾

[الروم : ٣١]

''نماز قائم کرو اور مشرکوں میں سے نہ ہو جاؤ۔''

بھی اسی کا مؤید ہے۔

بنابریں آج کل بے عمل مسلمانوں کے لیے شریعت کے عمومی احکام کی روشنی ہی میں فیصلہ کرنا پڑے گا اور وہ توبہ و استغفار ہی کا حکم ہے۔ ایسا شخص سچے دل سے توبہ کر لے اور آئندہ کے لیے نماز سمیت تمام احکام و فرائض اسلام کی پابندی کا عزم و عہد کر لے تو یقیناً اللہ تعالیٰ اس کی سالہا سال کی تمام کوتاہیوں کو معاف فرما دے گا۔ اللہ تعالیٰ کا اعلان ہے:

﴿یٰعِبَادِیَ الَّذِیۡنَ اَسۡرَفُوۡا عَلٰۤی اَنۡفُسِہِمۡ لَا تَقۡنَطُوۡا مِنۡ رَّحۡمَۃِ اللّٰہِ ؕ اِنَّ اللّٰہَ یَغۡفِرُ الذُّنُوۡبَ جَمِیۡعًا ؕ اِنَّہٗ ہُوَ الۡغَفُوۡرُ الرَّحِیۡمُ﴾ [الزمر : ٥٣]

''اے میرے وہ بندو جنھوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا ہے، تم اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہو بے شک اللہ سب گناہ معاف کر دیتا ہے، وہ بڑا بخشنے والا نہایت رحم کرنے والا ہے۔''

یہ آیت صرف اہل شرک و کفر ہی کے لیے نہیں ہے بلکہ ہر ایک کے لیے عام ہے۔ اگر کوئی کفر و شرک سے توبہ کر کے اللہ کی بارگاہ میں آجائے، اللہ اس کو بھی اپنا بندہ بنا لے گا۔ کوئی مسلمان اگر اپنی بے عملی اور سیاہ کاریوں سے توبہ کر کے مخلص مسلمان بننے کا عزم و عہد کر لے گا تو اللہ تعالیٰ اس کو بھی اپنی بارگاہ سے دھتکارے گا نہیں، اس کی رحمت اور عفو و کرم کا دروازہ ہر ایک کے لیے کھلا ہوا ہے۔ اس مفہوم کی اور بھی قرآنی آیات ہیں، مثلاً:

﴿وَ مَنۡ یَّعۡمَلۡ سُوۡٓءًا اَوۡ یَظۡلِمۡ نَفۡسَہٗ ثُمَّ یَسۡتَغۡفِرِ اللّٰہَ یَجِدِ اللّٰہَ غَفُوۡرًا رَّحِیۡمًا﴾ [النسآء : ١١٠]

''اور جو شخص برا عمل کرے یا اپنی جان پر ظلم کرے، پھر وہ اللہ سے بخشش مانگے تو وہ اللہ کو بہت بخشنے والا نہایت رحم کرنے والا پائے گا۔''

اس لیے مسئلہ جو احادیث سے ثابت ہوتا ہے، وہ یہی ہے کہ ایک دو نمازیں کسی وجہ سے رہ گئی ہیں تو وہ فوراً ادا کر لی جائیں، بھول گیا تو یاد آنے پر، سو یا رہ گیا تو بیدار ہونے پر، کسی اور اہم مصروفیت کی وجہ

سے کوئی نماز نہیں پڑھ سکا تو فراغت پانے پر پڑھ لے۔ جیسے نبی ﷺ نے فجر کی نماز سورج نکلنے کے بعد ادا فرمائی، جنگ خندق کے موقع پر آپ ﷺ کی عصر کی نماز رہ گئی تو آپ ﷺ نے مغرب کے بعد ادا فرمائی۔ (صحيح مسلم، رقم الحديث : ٦٢٧، ٦٢٨)

لیکن جو شخص ۲۰، ۳۰ سال یا اس سے کم و بیش نماز جیسے فریضے سے غافل رہا، پھر اللہ نے اسے سمجھ عطا فرمائی اور وہ نمازی بننے پر آمادہ ہوگیا تو اس پر ڈبل نمازوں کا بوجھ ڈالنا نہ کوئی شرعی حکم ہے اور نہ صحیح حکمت عملی ہے۔ اس کے لیے صرف خالص توبہ کافی ہے، وہ آئندہ کوتاہی نہ کرے تو یقیناً اللہ تعالیٰ اس کی سابقہ تمام کوتاہیوں کو معاف فرمادے گا۔

قضائے عمری کی دو اور صورتیں اور ان کی خود ساختہ فضیلت:

عمر بھر کی نمازوں کی کوتاہیوں کی تلافی اور ازالے کی ایک صورت تو وہ ہے جس کی تفصیل گزشتہ صفحات میں گزری جس کے استدلال کے پائے چوبیں کی بے تمکینی کو بھی ہم نے بعون اللہ و توفیقہ واضح کردیا ہے۔

اس کی دو اور صورتیں جو احناف کے ایک دوسرے گروہ (بریلوی حضرات) کے علماء ایک موضوع (من گھڑت) حدیث کی بنیاد پر بیان کرتے ہیں، وہ یہ ہیں کہ:

الف: جمعۃ الوداع کے دن (رمضان کے آخری جمعے میں) ظہر و عصر کے درمیان بارہ رکعت نفل پڑھے اور ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ، آیت الکرسی، قل ھو اللہ احد اور سورۃ الفلق اور سورۃ الناس ایک ایک بار پڑھے۔

اس کی فضیلت بایں الفاظ بیان کی گئی ہے:

''جس شخص کی فرض نمازیں قضا ہوگئی ہوں، اگر وہ اپنے اس فعل پر نادم و شرمندہ ہوکر توبہ کرے اور قضا شدہ نمازوں کو پڑھ لے، پھر قضائے عمری کے نوافل (جس کا طریقہ پہلے بیان ہوا) پڑھے تو اللہ تعالیٰ کے فضل سے قضائے عمری کی وجہ سے اس کی نمازیں قضا ہونے اور ان میں تاخیر ہونے کا جو گناہ ہوا تھا، وہ گناہ معاف بلکہ نیکی میں تبدیل ہوجائے گا۔''

اور سنیے! عمر بھر کی نمازوں کی معافی کا دوسرا نسخہ:

ب: ''جس کی نمازیں قضا ہوگئی ہوں، اسے چاہیے کہ پیر کی رات کو پچاس رکعت نفل پڑھے اور فارغ ہوکر رسول اللہ ﷺ پر ایک سو بار درود شریف پڑھے۔ اس سے خدا تعالیٰ ان سب نمازوں (کی قضا کے گناہ) کا کفارہ ادا کرے گا، اگرچہ سو برس کی کیوں نہ ہوں۔''

(ملاحظہ ہو بریلویوں کا مشہور ترجمان رسالہ، ماہنامہ ''رضائے مصطفٰے'' گوجرانوالہ شمارہ رمضان وشوال، ۱۴۰۱ھ، ص: ۹)

رسالۂ مذکورہ میں قضائے عمری کی جو دو صورتیں بیان کی گئی ہیں، کسی بھی حدیث سے ثابت نہیں، البتہ من گھڑت احادیث جمع کرنے والے علماء نے موضوع احادیث کے مجموعوں میں ان کا ذکر کیا ہے، جیسے دیکھیے: ملا علی قاری حنفی کی موضوعات کبیر، موضوعات صغیر اور امام شوکانی کی الفوائد المجموعة في الاحاديث الموضوعة، والعجالة النافعة شاہ عبدالعزیز دہلوی رحمۃ اللہ علیہ، وغیرہا من الکتب۔

قضائے عمری کی دو اور صورتیں:

قضائے عمری کی ایک اور صورت جو بعض دوسرے ملکوں میں رائج ہے، وہ یہ ہے کہ بعض پانچ نمازیں بہ اذان و جماعت پڑھتے ہیں اور بعض چار رکعت نماز نفل باجماعت ادا کرتے ہیں۔ اور نفل کی نیت یہ کرتے ہیں:

"نويت أن أصلي أربع ركعات تقصيراً و تكفيراً لما فات مني من جميع صلاة نفل الخ"

ایک اور طریقہ یہ بیان کیا جاتا ہے:

''اخیر جمعہ رمضان میں قضائے عمری کے طور پر اوقاتِ خمسہ کی نماز، بعد نماز جمعہ پڑھیں۔ یہ نماز تمام قضا نمازوں کا کفارہ ہے۔ (ملاحظہ ہو "كفايت المفتي" كتاب الجنائز، ج: ۳، ص: ۳۳۹-۳۴۱)

یہ آخری دونوں صورتیں کسی صاحب نے مفتی کفایت اللہ صاحب

دہلوی سے بطور سوال پوچھی تھیں جس کے جواب میں انھوں نے ان دونوں صورتوں کو بے اصل، اختراعی اور اصول شرعیہ کے خلاف قرار دیا۔اس پر بحث کر کے آخر میں مفتی صاحب مرحوم تحریر فرماتے ہیں:

''پس اس مصنوعی قضائے عمری کو ترک کرنا ہی شریعت کے موافق ہے کہ یہ بدعت اور بے اصل اور نا قابل اعتماد اور فسادعقیدہ کومستلزم ہے۔انکار کرنے والے ہی حق پر ہیں اور کوئی نماز فرض کے قائم مقام نہیں ہوسکتی۔نہ چار رکعت نفل سے چار رکعتیں ظہر یا عصر کی معاف ہوسکتی ہیں۔چہ جائیکہ سیکڑوں یا ہزاروں نمازوں کی قضا کے قائم مقام ہو جائے۔ نیز معاملہ توقیفی ہے جس کے لیے صاف وصریح آیت یا حدیث ہونی چاہیے، محض قیاسی طور پر یہ ثابت نہیں ہوسکتا اور حق تو یہ ہے کہ کوئی قیاسی دلیل بھی اس نماز کے لیے نہیں ہے۔واللہ اعلم۔محمد کفایت اللہ،غفرلہ، (کفایت المفتي، ج: ۳، ص: ۳٤١)

میت کے ذمے واجبات کی مرنے کے بعد ادائیگی، کیا اس کے لیے مفید ہے؟

یہاں تک تو گفتگو ایسے شخص کی بابت تھی جس کو زندگی میں توبہ و اصلاح کی توفیق میسر آگئی۔اب سالہا سال تک چھوٹی ہوئی نمازوں اور روزوں کا کیا بنے گا؟ یہ توبہ واصلاح ہی اس کی پچھلی کوتاہیوں کی معافی کے لیے کافی ہے یا اس کی قضا یا فدیہ ضروری ہے؟

اس کی بابت دو موقف ہیں، ایک یہ ہے کہ خالص توبہ ہی اس کے لیے کافی ہے، اگر آئندہ وہ فرائض کی ادائیگی میں کوتاہی نہیں کرے گا تو یقیناً اللہ تعالیٰ اس کی پچھلی کوتاہیوں پر اس کا مؤاخذہ نہیں فرمائے گا، قرآن وحدیث کے دلائل سے اسی موقف کی تائید ہوتی ہے۔

دوسرا موقف یہ ہے کہ گزشتہ ۲۰،۳۰ سالوں کی چھوٹی ہوئی نمازوں اور روزوں کی قضا اور فدیہ ضروری ہے، یہ موقف دلائل شرعیہ سے بھی کوئی مطابقت نہیں رکھتا اور عقل ومنطق سے بھی اس کی تائید نہیں ہوتی، اسی طرح اسی سلسلے کا ایک دوسرا موقف کہ رمضان المبارک کے آخری جمعے میں قضائے عمری کے چند نوافل ادا کر لیے جائیں تو گزشتہ تمام چھوٹی ہوئی نمازوں کی قضا ادا ہو جائے گی۔اس پہلے موقف سے بھی زیادہ مضحکہ خیز ہے۔اس کی تفصیل گزشتہ صفحات میں آپ نے ملاحظہ فرمالی۔(اس مسئلے کا ایصالِ ثواب کی بحث سے تعلق نہیں ہے، یہ بحث تو سخن گسترانہ طور پر مقطع میں آگئی ہے، ایصال ثواب سے متعلق اس کی دوسری صورت ہے جو حسب ذیل ہے)

اب ایسے شخص کی دوسری صورت ہے اور وہ یہ کہ مسلمان کہلانے کے باوجود عمر بھر وہ نماز، روزہ، زکاۃ وغیرہ فرائض سے غافل رہا حتی کہ فوت ہوگیا اور توبہ کی توفیق سے وہ محروم رہا۔اب عمر بھر کے یا سالہا سال کے فرائض اس کے ذمے ہیں۔ان کا کیا بنے گا؟

ان کی ادائیگی کی کوئی صورت ہے؟ اگر ہے تو وہ کیا ہے؟

یا اب اس کا معاملہ کلیۃً اللہ کے سپرد ہے، وہ چاہے گا تو اپنے فضل وکرم سے پہلے مرحلے ہی میں اسے معاف فرمادے گا یا سزا دینے کے بعد اسے معاف فرمادے گا؟ کیونکہ اہل سنت کا متفقہ عقیدہ ہے کہ مرتکب کبائر مسلمان کا معاملہ اللہ کی مشیت پر موقوف ہے۔ زندگی میں تو توبہ سے ہر گناہ معاف ہوسکتا ہے لیکن کبیرہ گناہ توبہ کے بغیر معاف نہیں ہوتا، اس کی معافی کی قیامت کے دن دو صورتیں ہوں گی، بغیر سزا کے یا سزا کے بعد۔اس کا فیصلہ صرف اللہ تبارک و تعالیٰ نے کرنا ہے، ایسے شخص کے لیے مغفرت کی دعا کرنا جائز ہے، اس کی طرف سے صدقہ وخیرات کرنے کی اجازت ہے اور ایصالِ ثواب کی وہ ساری صورتیں جائز ہیں جو احادیث سے ثابت ہیں۔ان سے اس بے عمل مسلمان کو کوئی فائدہ ہوگا یا نہیں؟ اس کا علم بھی صرف اللہ ہی کو ہے، ہم اس کی بابت قطعیت سے کچھ نہیں کہہ سکتے، نہ اثبات میں اور نہ نفی میں۔البتہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ اس کے چھوٹے ہوئے سالہاسال کے فرائض، جو اس کے ذمے ہیں، اس کے مرنے کے بعد، اس کی طرف سے ان کا نہ نیابۃً کرنا جائز ہے اور نہ مالی معاوضے ہی سے ان کا ازالہ ممکن ہے، اس کی اس مجرمانہ غفلت اور

کوتاہی کا فیصلہ روزِ قیامت بارگاہِ الٰہی ہی میں ہوگا، دنیا میں اس کے ازالے اور تلافی کی کوئی صورت نہیں ہے، نصوصِ شریعت اسی موقف کی تائید کرتی ہیں۔

فقہائے احناف کا بیان کردہ حیلۂ اسقاط یا دَور:

علمائے احناف پہلی صورت کے قائل ہیں یعنی اس کے ذمے جو فرائض رہ گئے ہیں مالی معاوضے سے ان کی تلافی ممکن ہے، اس کی کیا صورت ہے؟ وہ کہتے ہیں کہ مرنے والا اگر وصیت کرگیا ہے کہ اس کے مال میں سے معاوضہ (فدیہ) ادا کیا جائے تو اس کے ثلث مال میں سے ادائیگی کی جائے اور یہ وصیت کرنا اس کے لیے واجب ہے۔ اگر اس نے وصیت نہیں کی تو ورثاء اپنی طرف سے بطور تبرّع ادائیگی کردیں تو موجب اجروثواب ہے، اگر نہیں کریں گے تو شرعاً وہ اس کے مکلّف نہیں ہیں۔

معاوضے کی ادائیگی کس طریقے اور کس نسبت سے ہوگی؟ وتر سمیت ایک دن کی چھ نمازیں شمار ہوں گی اور ایک نماز کا فدیہ (معاوضہ) پونے دوکلو گندم ہے، یعنی ایک دن کی چھ نمازوں کا فدیہ ساڑھے دس کلو گندم ہوگی۔ اس حساب سے ایک سال کی نمازوں کا فدیہ تقریباً ۹۶ من گندم ہوگی، اگر اس نے مثال کے طور پر ۲۰ سال نمازیں نہیں پڑھیں تو ۲۰ سال کی نمازوں کا فدیہ تقریباً دو ہزار من گندم ہوگی، ۲۵، ۳۰ سال کا فدیہ اس سے بھی زیادہ۔ اگر اس سے کم نہ پڑھی ہوں تو فدیہ بھی کم ہوگا۔ اسی طرح ایک روزے کا فدیہ بھی پونے دوکلو گندم ہے۔ ایک مہینے کا فدیہ تقریباً ساڑھے باون کلو گندم بنتا ہے۔ اسی طرح ۲۰، ۳۰ سال کے روزوں کا فدیہ اسی حساب سے دینا ہوگا۔

یہ تفصیل جو ہم نے ذکر کی ہے، علمائے احناف (دیوبندی حضرات) کی معتبر کتابوں میں موجود ہے، جو انھوں نے اپنی فقہ کی کتابوں کی روشنی میں تحریر کی ہے، مثلاً: ایک نہایت اہم کتاب ہے جسے ہندوستان کے سارے کبار علمائے احناف نے باہم مشاورت سے مرتب کیا ہے اور جسے آل انڈیا مسلم پرسنل لا بورڈ (ہند، نئی دہلی) نے شائع کیا ہے، اس کا نام ہے ''مجموعۂ قوانین اسلامی''۔

اس میں قانونِ وصیت کے باب میں ایک وصیت مع تشریح حسب ذیل ہے۔

''مرنے والے پر موت سے پہلے ان فرائض و واجبات کے فدیہ، کفارہ اور بدل کی وصیت واجب ہے جنھیں وہ ادا نہیں کرسکا۔''

تشریح: مثلاً: چھوٹی ہوئی نمازوں اور روزوں کا فدیہ، جو نماز و روزہ کے لیے نصف صاعِ گیہوں (ایک کلو چھ سو اکانوے ۱.٦٩١ گرام) یا اس کی قیمت ہے۔ (مجموعۂ قوانین اسلامی، طبع چہارم، ص: ۳۰۷، نئی دہلی، بھارت)

مولانا مفتی محمد شفیع مرحوم نے یہ مسئلہ فدیۂ نماز و روزہ وغیرہ بڑی تفصیل سے لکھا ہے، مع عنوان ملاحظہ فرمائیں:

''مسائل فدیۂ نماز و روزہ وغیرہ:

مسئلہ: جس شخص نے نماز، روزہ یا حج، زکاۃ وغیرہ کی کوئی وصیت کی تو یہ وصیت اس کے ترکہ کے صرف ایک تہائی حصہ میں جاری کرنا وارثوں پر لازم ہوگا، ایک تہائی ترکہ سے زائد کی وصیت ہو تو وہ سب وارثوں کی اجازت و رضامندی پر موقوف ہے اگر وہ سب یا اُن میں کوئی اجازت نہ دے تو مشترکہ ترکہ سے وصیت پوری نہیں کی جاسکتی، اور اگر وارثوں میں کوئی نابالغ ہے تو اس کی اجازت بھی معتبر نہیں، اس کے حصہ پر ایک تہائی سے زائد کی وصیت کا کوئی اثر نہ پڑنا چاہیے۔ (ہدایہ عالمگیری، شامی وغیرہ)

مسئلہ: جس شخص نے وصیت کی ہو اور مال بھی اتنا چھوڑا ہو کہ اس کے ایک تہائی میں ساری وصیتیں پوری ہوسکیں تو وصی اور وارثوں کے ذمہ واجب ہے کہ اس وصیت کو پورا کریں، اس میں کوتاہی کریں یا میت کا مال موجود ہوتے ہوئے اس کے نماز روزہ کے فدیہ میں حیلہ حوالہ پر اعتماد کرکے مال کو خود تقسیم کرلیں تو گناہ اُن کے ذمہ رہے گا۔

مسئلہ: وصیت کرنے کی صورت میں واجبات و فرائض کی ادائیگی کی یہ صورت ہوگی۔

۱: ہر روز کی نمازیں وتر سمیت چھ لگائی جائیں گی اور ہر نماز کا فدیہ پونے دو سیر گندم یا اس کی قیمت ہوگی، یعنی ایک دن کی نمازوں کا فدیہ ساڑے دس سیر گندم یا اس کی قیمت ہوگی۔

۲: ہر روزہ کا فدیہ پونے دو سیر گندم یا اس کی قیمت ہوگی، رمضان کے روزوں کے علاوہ اگر کوئی نذر (منت) مانی ہوئی ہے تو اس کا بھی فدیہ دینا ہوگا۔

۳: زکاۃ جتنے سال کی اور جتنی مقدار مال کی رہی ہے اس کا حساب کر کے ادا کرنا ہوگا۔

۴: حج فرض اگر ادا نہیں کر سکا تو میت کے مکان سے کسی کو حج بدل کے لیے بھیجا جائے گا اور اس کا پورا کرایہ وغیرہ تمام مصارف ضروریہ ادا کرنے ہوں گے۔

۵: کسی انسان کا قرض ہے تو اس کو حق کے مطابق ادا کرنا ہوگا۔

۶: جتنے صدقۃ الفطر رہے ہوں ہر ایک کے پونے دو سیر گندم یا اس کی قیمت ادا کی جائے۔

۷: قربانی کوئی رہ گئی ہو تو اس سال میں ایک بکرے یا ایک حصہ گائے کی قیمت کا اندازہ کر کے صدقہ کیا جائے۔ (منۃ الجلیل)

۸: سجدۂ تلاوت رہ گئے ہوں تو احتیاط اس میں ہے کہ ہر سجدہ کے بدلے پونے دو سیر گندم یا اس کی قیمت کا صدقہ کیا جائے۔

۹: اگر فوت شدہ نماز یا روزوں کی صحیح تعداد معلوم نہ ہو تو تخمینہ سے حساب کیا جائے گا۔

یہ سب احکام اس صورت کے ہیں جس میں مرنے والے نے وصیت کردی اور وصیت کا مال چھوڑا ہو اور اگر وصیت ہی نہیں کی یا ادائے وصیت کے مطابق کافی ترکہ نہیں ہے تو وارثوں پر اس کے فرائض و واجبات کا فدیہ ادا کرنا لازم نہیں، ہاں وہ اپنی خوشی سے ہمدردی کرنا چاہیں تو موجب ثواب ہے۔''

(جواھر الفقہ، ج: ۲، ص: ۳۹۲،۳۹۳)

مفتی کفایت اللہ دہلوی مرحوم مرنے کے بعد ہونے والی مروجہ رسموں کی تردید کرتے ہوئے ایک رسم کا ذکر کرتے ہیں، پھر اس کا شرعی حکم بیان کرتے ہیں۔

رسم ۵: ''جب کوئی شخص مرجاتا ہے تو اس کے ذمے جتنے روزے اور نمازیں وغیرہ ہوتی ہیں، اس کے لیے ساڑھے باون سیر گیہوں اور ایک قرآن شریف رکھتے ہیں اور مؤذن یا مُلّا کو بلا کر اسے کہتے ہیں کہ فلاں بن فلاں کے ذمے جس قدر روزے نمازیں باقی ہیں ان کے عوض میں تمھیں یہ گیہوں اور قرآن مجید دیا جاتا ہے، تم نے قبول کیا؟ وہ کہتا ہے: ہاں قبول کیا، پھر وہ مُلّا گیہوں اور قرآن شریف لے جاتا ہے۔ اس طریقے کو لوگ حیلہ کہتے ہیں۔''

''**حکم شرعی**: یہ رسم تھوڑے تھوڑے اختلاف اور تفاوت کے ساتھ ہندوستان کے بعض شہروں میں بھی رائج ہے اور اسے اسقاط کہتے ہیں۔ اس کی اصل یہ ہے کہ جب کسی شخص کا انتقال ہوجائے اور اس کے ذمے فرائض اسلامیہ کی قضا باقی ہو جس میں نماز، روزے، کفارۂ قسم، قربانی وغیرہ داخل ہیں تو ان فرائض و واجبات کا فدیہ اس کی طرف سے ادا کرنے سے امید ہے کہ اس کا ذمہ بری ہوجائے۔ پھر اگر میت نے وصیت کردی ہو کہ میری تمام نمازوں اور روزوں وغیرہ کا فدیہ دے دیا جائے۔ جب تو وارث کو لازم ہے کہ جس قدر نمازیں اور روزے وغیرہ میت نے بتائے ہیں یا وارث کو معلوم ہیں، ان کا پورا فدیہ دے اور ثلث مال تک اس میں خرچ کردے۔ اگر بصورت وصیت پورا فدیہ ثلث مال یا اس سے کم میں ادا ہوجاتا ہو تو پورے فدیے سے کم ادا کرنے میں وارث گناہ گار ہوگا۔ اور اگر میت نے باوجود مال ہونے کے وصیت نہیں کی یا وصیت کی مگر جتنی نمازیں اور روزے اس کے ذمے تھے۔ ان سب کے فدیے کی پوری مقدار کی وصیت نہیں کی تو پہلی صورت میں وارث کے ذمے فدیہ دینا اور دوسری صورت میں پورا فدیہ دینا (خواہ ثلث کے اندر ہو) ضروری نہیں اور مرنے والا ان دونوں صورتوں میں گناہ گار ہوگا۔

اور جب کہ میت نے بالکل وصیت نہیں کی یا مال نہیں چھوڑا یا ثلث سے زائد کی وصیت کی یا تھوڑے سے روزوں اور نمازوں کے فدیے کی وصیت کی، حالانکہ ثلث میں اس سے زیادہ کی گنجائش تھی۔

یہ چار صورتیں ہیں۔ پہلی دوصورتوں میں وارث کے ذمے بالکل اور تیسری صورت میں زائد علی الثلث اور چوتھی صورت میں زائد علی الوصیۃ فدیہ دینا واجب نہیں۔ لیکن اگر وارث تبرعاً دینا چاہے تو دو صورتیں ہیں:

ایک تو یہ کہ وارث مالدار ہو اور میت کے ذمہ جس قدر نمازیں روزے وغیرہ فرائض وواجبات شرعیہ ہیں ان سب کا پورا حساب کرکے فدیہ دے تو اس کے جواز بلکہ استحسان میں کلام نہیں۔ بلاشبہ یہ فعل جائز اور مستحسن ہے۔ دوسری صورت یہ کہ وارث کے پاس بھی مال نہیں ہے یا ہے مگر وہ پورا فدیہ دینا نہیں چاہتا تو اس کے لیے فقہاء نے ایک صورت تجویز کی ہے کہ اس پر عمل کرنے سے ممکن ہے کہ میت کا ذمہ بھی بری ہوجائے اور وارث پر بھی زیادہ بار نہ ہو۔ یہ کہ جس قدر نمازوں کا وہ فدیہ دے سکتا ہو (خواہ اپنے مال سے یا قرض لے کر) اُتنی نمازوں کی طرف سے وہ فدیہ کسی فقیر کو دے، مثلاً: اس کے پاس چار صاع گیہوں ہیں تو یہ کہے کہ یہ آٹھ نمازوں کا فدیہ ہے اور فقیر کو دے کر قبضہ کرادے۔ پھر وہ فقیر یہ گیہوں وارث کو ہبہ کردے۔ اور وارث قبضہ بھی کرلے۔ پھر یہ وارث وہی گیہوں اسی فقیر یا کسی دوسرے فقیر کو اور آٹھ نمازوں کے بدلے میں دے۔ اور پھر وہ فقیر وارث کو ہبہ کرکے قبضہ کرادے۔ اسی طرح اگر میت کے ذمہ اسّی نمازیں تھیں تو دس مرتبہ دور کرے، یعنی وارث فقیر کو دے اور فقیر وارث کو ہبہ کرے اور ہر مرتبہ قبضہ کرلینا شرط ہے ورنہ صدقہ یا ہبہ صحیح نہ ہوگا۔ پھر جب نمازیں پوری ہوجائیں تو روزوں کے بدلے اسی طرح کرے کہ یہ چار صاع آٹھ روزوں کے بدلے میں دے اور پھر فقیر اُسے ہبہ کردے وھکذا۔ یہاں تک کہ روزے پورے ہوجائیں۔ پھر دوسرے واجبات کو اسی طرح پورا کیا جائے۔ اور جب سب سے فراغت ہوجائے تو اخیر میں، خواہ فقیر وارث کو ہبہ نہ کرے، لے کر چلا جائے یا ہبہ کردے تو وارث اپنی رضامندی سے فقیر کو یہ کل چار صاع یا اس کا کوئی حصہ دے دے۔ یہ ہے اسقاط کی وہ ترکیب جو فقہاء نے بیان فرمائی ہے۔ لیکن اس ترکیب سے اسقاط جہاں تک ہمیں علم ہے کوئی نہیں کرتا۔'' (کفایت المفتي، ج: ٤، ص: ١٤٢، ١٤٣ کتاب الجنائز)

''کفایت المفتی'' ہی سے ایک اور سوال جواب ملاحظہ فرمائیں۔

سوال: زید بالغ ہوا اور بعد بلوغ ۴۲ سال تک اُس نے نماز فرض نہیں پڑھی جب ملازمت سے علیحدہ ہوگیا تو اس سال انتقال سے کچھ ماہ قبل نماز پڑھی۔ تخمیناً ۷۵ سال کی عمر کو پہنچ کر اس دارِ فانی سے خود رخصت ہوئے۔ ان کے لڑکے حامد جو نیک اور صالح لڑکا ہے۔ اور الحمد للہ صوم وصلاۃ کا پابند ہے یہ چاہتا ہے کہ اپنے باپ زید کی ۴۲ سالہ عمر کی نمازوں اور روزوں کا فدیہ دے کر اپنے والد کو عذابِ آخرت سے نجات دلوائے۔ حساب لگایا گیا تو کفارہ نماز وروزہ کئی ہزار من کے قریب پہنچتا ہے جو حامد کی جرأت وہمت سے خارج ہے اس لیے حیلۂ اسقاط فدیہ کرنا چاہتا ہے لیکن اول اس کا طریقہ نہیں معلوم۔ دوم معلوم نہیں کہ یہ طریقہ شرع میں جائز ہے یا نہیں اگر یہ طریقہ حیلہ اسقاط فدیہ شرعاً جائز ہے تو اس کے ادا کرنے کا طریقہ مفصل تحریر فرمایا جائے۔ (المستفتي: ٢٠١٢ خیراتی چودھری، ھمیرپور۔ ٩ جمادی الاولی ١٣٥٨ھ ٢٨ جون ١٩٣٩ء)

جواب: اس کا طریقہ یہ ہے کہ جتنی نمازوں کا فدیہ وہ ادا کرسکتا ہے، مثلاً: سو (۱۰۰) نمازوں کا فدیہ ۴ من ۱۵ سیر گیہوں ہوئے فی من ۳/۴ ۱ سیر کے حساب سے تو یہ چار من پندرہ سیر گیہوں کسی مسکین کو یہ کہہ کر دیے جائیں کہ مرحوم کے ذمہ جس قدر نمازیں ہیں ان میں پہلی سو نمازوں کا یہ فدیہ ہے قبول کرو۔ وہ قبول کرکے قبضہ کرلے پھر وہ یہ غلہ معطی کو اپنی طرف سے ہبہ کردے، ولی اس پر قبضہ کرلے پھر وہ مزید سو (۱۰۰) نمازوں کے فدیہ میں یہ غلہ اسی مسکین کو دے دے اور مسکین قبضہ کرلے، پھر مسکین ولی کو ہبہ کردے اور ولی قبضہ کرکے پھر اس کو مزید سو (۱۰۰) نمازوں کے فدیہ میں دیدے اسی طرح تمام نمازوں کا فدیہ پورا کردیا جائے۔ پھر غلہ سو (۱۰۰) روزوں کے بدلے میں دیا جائے ایک نماز اور ایک روزے کا فدیہ برابر ہے اور ہر مرتبہ میں مسکین کا اور واپسی کے وقت ولی کا قبضہ کرلینا ضروری ہے۔

جب سب نمازیں اور روزے ختم ہوجائیں تو دوسرے واجبات، مثلاً: (کفارۂ قسم وغیرہ) کا فدیہ اسی طریق سے ادا کیا جائے۔ آخر میں غلہ مسکین کو دے کر واپس نہ لیا جائے یہ حیلہ اگر صحیح طریقے سے کیا جائے تو جائز ہے۔ رات دن کی چھ نمازیں (مع وتر کے) محسوب ہوں گی اور ہر رمضان کے تیس روزے۔'' (مفتی کفایت اللہ کان اللہ لہ، كفايت المفتي: ٤/ ١٧١، ١٧٢)

ایک اور سوال، جواب ملاحظہ ہو:

سوال: جب میت کے لیے اسقاط کیا جاتا ہے عموماً محلّہ کی مسجد سے قرآن شریف لے کر جنازے میں رکھ دیتے ہیں۔ اسی طرح قبرستان تک اس میں رہتا ہے۔ نماز جنازہ کے بعد امام اپنی جگہ پر بیٹھا رہتا ہے۔ میت کا وارث یا کوئی رشتہ دار اس قرآن شریف کو جنازے سے نکال کر امام صاحب کے ہاتھ میں دے دیتا ہے۔ امام میت کے وارث کو سامنے بٹھا کر میت کے گناہوں کے کرنے اور واجبات وفرائض کے ترک کی کوتاہیوں میں اس قرآن کو بطور کفارہ پیش کرتے ہوئے دعا مانگتا ہے۔ بعد ازاں مسجد کا قرآن مسجد میں واپس بھیج دیا جاتا ہے اور امام صاحب کو ایک روپیہ معاوضۃً دیا جاتا ہے۔ کیا یہ صورت جائز ہے؟ نیز صحیح مسئلۂ اسقاط جسے فقہاء نے بیان کیا ہے وہ کیا ہے؟ (المستفتی: ۲۸۰۷، محمد احسن ھاشمی (کراچی) ۲۹ فروری، ذی الحجۃ ۱۳٦٥ھ)

جواب: اسقاط کی یہ صورت جو سوال میں مذکور ہے مہمل اور بیکار ہے۔ اس کا کوئی فائدہ نہیں اور مسجد کا قرآن مجید بھی اس کام کے لیے لے جانا جائز نہیں ہے۔ حیلۂ اسقاط جو فقہاء نے ذکر کیا ہے وہ بھی ضروری نہیں۔ اگر کوئی میت کی مغفرت کے لیے اس پر صحیح طور سے عمل کرے تو میت کو ثواب پہنچنے کی اُمید ہے۔ وہ یہ ہے کہ اگر میت کے ذمہ اتنی نمازیں اور روزے ہوں جس کا فدیہ اتنا زیادہ ہوتا ہے کہ وارثوں کو ادا کرنے کی طاقت نہ ہو، مثلاً: بیس من گیہوں ہوتے ہوں اور وہ قادر نہ ہوں کہ اتنے گیہوں ادا کریں تو جتنے وہ ادا کرسکتے ہوں، مثلاً: دس سیر گیہوں تو وہ دس سیر گیہوں اس کی دس نمازوں کے فدیہ میں کسی مسکین کو دے دیں۔ وہ مسکین قبضہ کرکے پھر وارث کو ہبہ کردے وارث قبضہ کرے۔ پھر وہ مزید دس نمازوں کے بدلے میں وہ گیہوں مسکین کو دے دے۔ مسکین قبضہ کرلے۔ پھر اپنی طرف سے وارث کو ہبہ کردے۔ اور وارث قبضہ کرلے۔ اسی طرح کرتے رہیں یہاں تک کہ میت کی تمام نمازوں اور روزوں کا فدیہ پورا ہوجائے۔''

(محمد کفایت اللہ کان اللہ لہ، دہلی، حوالۂ مذکور، ص: ۱۷۷)

مروجہ حیلۂ اسقاط کی بابت سوال، جواب آپ نے ملاحظہ فرمایا، مفتی کفایت اللہ صاحب نے اسے بالکل بے اصل اور بے فائدہ قرار دیا ہے اور اس کے مقابلے میں فقہائے احناف کا حیلۂ اسقاط یا دَور بیان فرمایا ہے جو ان کے نزدیک ضروری ہے۔ اس کے وجوب یا استحسان پر ہم ابھی گفتگو کریں گے۔



ضروری اعلان

ہفت روزہ ''الاعتصام'' لاہور میں مضامین ارسال کرنے والے خواتین وحضرات درج ذیل باتوں کا ضرور خیال فرمایا کریں:

- مضمون کاغذ کی ایک طرف لکھا ہو، صاف ستھرا اور حاشیہ چھوڑ کر لکھیں۔
- مضمون مدلل، باحوالہ، آیت، حدیث اور کتب کے نام وصفحہ نمبر مکمل تحریر فرمائیں۔
- جلسوں، کانفرنسوں کے اشتہارات یا اعلانات بھیجنے والے احباب اس کا اعلان جلسہ یا کانفرنس کے انعقاد سے پندرہ دن پہلے ارسال کردیا کریں، نیز ان جلسوں یا تقاریب کی رپورٹ وغیرہ شائع کرنے سے ادارہ قاصر ہے۔
- مضمون ارسال کرنے والے شائع ہونے کے لیے اپنی باری کا انتظار کیا کریں نیز غیر معیاری مضامین کی اشاعت سے ادارہ معذرت خواہ ہے۔ امید ہے قارئین دفتر الاعتصام سے تعاون کریں گے۔ (منیجر)

سیرت وسوانح

حافظ عبدالمنان نور پوری رحمہ اللہ

محمد اسحٰق بھٹی

پیش نظر مضمون مولانا اسحٰق بھٹی حفظہ اللہ کی کتاب ''دبستانِ حدیث'' سے لیا گیا ہے۔ حافظ صاحب محدث نور پوری رحمہ اللہ کے یہ حالات بھٹی صاحب نے اگست ۲۰۰۷ء کو لکھے تھے تب حافظ صاحب رحمہ اللہ حیات تھے۔ اور اسی مناسبت سے بھٹی صاحب نے حال کے صیغوں میں تذکرہ فرمایا۔ شامل اشاعت مضمون میں ایسے مقامات پر حال کے صیغوں کو ماضی میں مناسب طریقے سے تبدیل کر دیا گیا ہے۔

۲۳/اپریل ۲۰۰۱ء کو حضرت مولانا محمد عطاء اللہ حنیف بھوجیانی رحمہ اللہ کے داماد جناب قاری سیف اللہ صاحب نے حافظ آباد کے قریب اپنے گاؤں جگاں والا میں وفات پائی۔ علمی لحاظ سے قاری صاحب مرحوم اپنے علاقے کی باا‌ثر شخصیت تھے۔ حافظ آباد میں انھوں نے دینی تعلیم کا مدرسہ بھی قائم کیا ہے۔ ان کے جنازے میں کثیر تعداد میں لوگوں نے شرکت کی۔ جس عالم دین نے جنازہ پڑھایا، ان کا حلیہ یہ تھا: قد میانہ، سرخی مائل گورا رنگ، ستواں چہرہ جس پر سنجیدگی کا غلبہ، تیکھی ناک، خاموش طبع، پوری داڑھی جس میں سفید بال زیادہ اور سیاہ کم، سر پر سفید عمامہ اور شلوار قمیص پہنے ہوئے۔ میں انھیں دیکھ کر نہایت متاثر ہوا۔ پوچھنے پر پتا چلا کہ ان کا اسم گرامی حافظ عبدالمنان نور پوری ہے۔ واقعی ان کے چہرے پر نور کی جھلکیاں تھیں جو اس گنہگار کو بھی اپنا جلوہ دکھا رہی تھیں۔ میں نے ان کا نام تو کئی دفعہ سنا تھا اور بہت سے اہل علم نے بہت اچھے الفاظ میں ان کا ذکر کیا تھا، لیکن افسوس ہے مجھے ان کی زیارت کا شرف حاصل نہیں ہوا تھا۔ آج پہلی دفعہ ان کو دیکھنے کی سعادت سے بہرہ مند ہوا۔

اب حافظ عبدالمنان نور پوری کے وہ حالات ملاحظہ فرمائیے جو میرے علم میں آئے۔

حافظ صاحب ۱۳۶۰ھ (۱۹۴۱) کو نور پور چھل (ضلع گوجرانوالا) میں پیدا ہوئے۔ [۱] سات سال کی عمر کو پہنچے تو والدہ وفات پاگئیں۔ ان کے تین بھائی اور تھے، دو ان سے بڑے اور ایک چھوٹے۔ والد کا اسم گرامی عبدالحق تھا۔ والد نے عبدالمنان کو گاؤں کے پرائمری سکول میں داخل کرادیا۔ سکول میں ان کے ایک استاد مولوی غلام رسول تھے جو بچوں کو بڑی توجہ اور محنت سے پڑھاتے تھے۔

نور پور کی جامع مسجد اہل حدیث کے خطیب اور بانی مولوی چراغ دین تھے جن سے حافظ عبدالمنان قرآن مجید کا ترجمہ پڑھا کرتے تھے۔ پرائمری پاس کر چکے تو مولوی چراغ دین نے ان کے والد عبدالحق سے پوچھا کہ آپ بچے کو ہائی سکول میں داخل کرانا چاہتے ہیں یا نہیں؟ انھوں نے نفی میں جواب دیا۔ اس پر مولوی چراغ دین نے کہا کہ اگر آپ نہیں پڑھانا چاہتے تو یہ بچہ ہمیں دے دیں۔ اس کی تعلیم کا انتظام ہم کرلیں گے۔ چنانچہ انھوں نے عبدالمنان کو ان کے والد سے لیا اور گوجراں والا میں حضرت مولانا محمد اسماعیل سلفی کے (دارالعلوم) مدرسہ محمدیہ میں داخل کرادیا۔ اس وقت حضرت مولانا سلفی کے علاوہ مدرسے میں تین استاد اور تھے اور وہ تھے مولانا عبداللہ گجراتی، مولانا عبدالحمید ہزاروی اور مولانا محمد وزیر پونچھی۔ یہ ۱۳۷۶ھ (۱۹۵۷ء) کی بات ہے۔

مولوی چراغ دین نور پوری نہایت عالی کردار عالم دین تھے۔ انھوں نے والدین کو ترغیب دلا کر بہت سے بچوں کو دینی تعلیم کے حصول کی راہ پر لگایا۔ حافظ عبدالمنان کا شمار بھی انھی

(۱) حافظ صاحب رحمہ اللہ کا سن پیدائش ۱۳۶۲ھ (۱۹۴۲ء) ہے جیسا کہ انھوں نے بقلم خود اپنے حالات بیان کرتے ہوئے تحریر فرمایا ہے۔

خوش بخت بچوں میں ہوتا ہے جنھوں نے مولوی چراغ دین کی کوشش سے تحصیل علم کی۔

یہاں یہ بھی سنتے جایئے کہ حافظ عبدالمنان کا نام والدین نے پیدائش کے وقت خوشی محمد رکھا تھا۔ حضرت مولانا محمد اسماعیل سلفی نے اپنے استاد حضرت حافظ عبدالمنان وزیر آبادی کے نام پر ان کا نام عبدالمنان رکھا اور پھر اسی نام سے انھوں نے شہرت پائی اور اپنے عمل وعلم سے اس نام کی لاج بھی رکھی۔

مدرسہ محمدیہ گوجراں والا میں اس وقت چھ سال کا نصاب تعلیم تھا جو حافظ عبدالمنان نے وہیں مکمل کیا۔ حفظ قرآن اور تجوید کا نصاب اس کے علاوہ تھا، جس کی انھوں نے تکمیل کی۔ نماز فجر کے بعد حضرت مولانا محمد اسماعیل سلفی کا درس قرآن کا سلسلہ جاری تھا، اس میں بھی حافظ صاحب باقاعدہ شریک ہوتے رہے۔

حافظ عبدالمنان نور پوری کے بقول مولانا سلفی کے درس کا طریقہ یہ تھا کہ وہ عربی تفسیر جامع البیان اپنے سامنے رکھتے تھے جب کہ سامعین کے سامنے سادہ قرآن مجید ہوتے تھے۔ مولانا جامع البیان سے قرآن مجید کی چار پانچ آیات تلاوت کرتے۔ پھر ان کا اردو میں ترجمہ فرماتے۔ بعد ازاں پنجابی زبان میں ان کی تفسیر بیان کرتے۔ تفسیر میں بسا اوقات حالاتِ حاضرہ بھی معرض بیان میں آجاتے۔ مولانا سلفی کا درس قرآن کا انداز نہایت معلومات افزا اور حکیمانہ ہوتا تھا۔ مولانا کو قرآن مجید پر بہت استحضار تھا اور نہایت شوق اور اہتمام سے وہ قرآن مجید کی تلاوت کرتے تھے۔ بعض اوقات وہ نماز تراویح میں قرآن سنانے والے حافظ کو بھی لقمہ دیتے تھے اور وہ لقمہ بالکل صحیح ہوتا تھا۔

مولانا سلفی سے ملاقات کے لیے علمائے کرام کی آمد رفت رہتی تھی۔ بعض حضرات کو وہ اپنے ہاں رات کو بھی ٹھہرا لیا کرتے تھے اور ان سے نماز فجر کے بعد درس کے لیے بھی درخواست کرتے تھے۔ حافظ عبدالمنان نور پوری کے بقول ان حضرات میں سے دو بزرگ مولانا سلفی کی طرح جامع البیان سے درس قرآن دیتے تھے۔ وہ تھے حضرت مولانا سید محمد داؤد غزنوی اور مولانا عبداللہ ثانی۔ باقی علمائے کرام کا درس قرآن کا انداز اپنا تھا۔

حافظ عبدالمنان صاحب کے زمانہ طالب علمی میں درس قرآن کے بعد مولانا محمد اسماعیل صاحب سے ایک طالب علم حاجی غلام نبی صاحب حدیث شریف کی ایک کتاب پڑھتے تھے۔ ان کے ساتھ حافظ صاحب نے بھی پڑھنا شروع کر دیا۔ اس طرح انھوں نے جامع ترمذی، صحیح مسلم، مؤطا امام مالک اور صحیح بخاری تک کتب احادیث مولانا ممدوح سے پڑھیں۔ صحیح بخاری کے درس میں مولانا محمد منشا حامد (خطیب جامع مسجد اہل حدیث فردوس الرحمٰن، گوجراں والا) بھی ان کے ساتھ تھے۔

حافظ صاحب نے مولانا سے سند روایت کی درخواست کی تو مولانا نے فرمایا: آج تک نہ مجھ سے کسی نے سندِ روایت لی ہے اور نہ میں نے سندِ روایت طبع کرائی ہے۔ انھوں نے مولانا سے عرض کیا کہ قدیم محدثین امام احمد بن حنبل، امام اسحاق بن راہویہ اور امام بخاری وغیرہ محدثین کی اسانید مطبوع نہیں تھیں، آپ ہمیں اپنے ہاتھ سے سند تحریر فرما دیں، ہم اسے خوش خط لکھ کر آپ کی خدمت میں پیش کر دیں گے۔ آپ اس پر دستخط کر دیں اور مہر لگا دیں۔ چنانچہ حافظ صاحب نے بازار سے خوب صورت کاغذ لیا اور خوب صورت طریقے سے مولانا کی تحریر فرمودہ سند کے الفاظ اس پر لکھے اور ان دونوں (حافظ صاحب اور مولانا محمد منشا حامد) نے مولانا سے دستخط کروائے اور مہر لگوائی۔ مولانا کی عطا فرمودہ یہ سند حافظ صاحب کے پاس موجود ہے۔

حافظ صاحب ہمیشہ مصروفِ کار رہے، انھوں نے کبھی وقت ضائع نہیں کیا۔ ۱۳۷۸ھ (۱۹۵۹ء) میں رمضان المبارک کی سالانہ چھٹیاں ہوئیں تو اپنے گاؤں کے ایک خیاط (درزی) سے خیاطت (سلائی کا کام) سیکھی۔

حافظ صاحب کا خط (ہینڈ رائٹنگ) بہت اچھا ہے۔ انھوں نے یہ فن باقاعدہ تختی پر لکھ کر گوجراں والا میں مولانا عبدالواحد اور پھر حضرت مولانا محمد اسماعیل سلفی کے فرمان کے مطابق حکیم عبدالمجید

صاحب سے سیکھا۔ یہ ۱۳۷۹ھ (۱۹۶۰) کی تعطیلات کے زمانے کی بات ہے۔ اس سے اگلے سال ۱۳۸۰ (۱۹۶۱) کی سالانہ تعطیلات کے دنوں میں حافظ عبدالمنان صاحب نے قاری محمد یونس پانی پتی کی خدمت میں جا کر ان سے قرآن مجید صحیح تلفظ کے ساتھ پڑھنے کی مشق کی۔ اس اثنا میں قاری صاحب ممدوح نے ان کو قرآن مجید کے دو پارے حفظ بھی کرائے۔

۱۳۸۱ (۱۹۶۲) کی تعطیلاتِ رمضان المبارک میں میاں چنوں کے مولانا محمد داؤد ارشد مرحوم نے اعلان کیا کہ ان کی مسجد میں طلبا کو تجوید قرآن پڑھانے کا اہتمام کیا گیا ہے۔ یہ اعلان پڑھ کر حافظ عبدالمنان نور پوری میاں چنوں چلے گئے اور قاری ولی محمد سے تجوید کی کتاب جمال القرآن پڑھی۔ کچھ قواعد ان سے زبانی سنے، پھر قرآن مجید کی تلاوت کی مشق کی اور حروف تہجی کی ترتیب سے ایک جدول (نقشہ) تیار کیا۔ اس کے آخر میں عربی زبان میں ایک توضیحی نوٹ لکھا۔ موضع عبدالحکیم سے قاری تاج محمد امتحان کے لیے تشریف لائے تو قاری ولی محمد نے ان کو یہ جدول دکھایا۔ وہ بہت خوش ہوئے اور اس کے نیچے تقریظ لکھی اور اس پر مہر ثبت فرمائی۔

۱۳۸۲ھ (۱۹۶۳) کی سالانہ تعطیلات میں حافظ عبدالمنان جامعہ قدس (لاہور) میں حضرت حافظ عبداللہ روپڑی کے دورۂ تفسیر میں شامل ہوئے اور قرآن کی تفسیر کے سلسلے میں ان سے استفادہ کیا۔ اسی سال کے شعبان کی بات ہے کہ حضرت مولانا محمد اسماعیل سلفی نے صبح کے درس قرآن کے بعد سالانہ امتحان کے نتائج کا اعلان فرمایا تو گوجراں والا کی جماعت کے ایک بزرگ حاجی محمد یوسف بان سوتری والے نے کہا کہ امتحان میں اوّل آنے والے طالب علم کو وہ پچاس روپے انعام دیں گے۔ حافظ عبدالمنان صاحب امتحان میں اوّل آئے اور حاجی محمد یوسف صاحب نے مولانا محمد اسماعیل سلفی کی وساطت سے ان کو پچاس روپے انعام دیے۔

پھر حالات نے پلٹا کھایا اور مولانا عبداللہ گجراتی نے جامع مسجد اہل حدیث (دال بازار، گوجراں والا) میں ''دارالحدیث مدینۃ العلم'' کے نام سے اپنا الگ دارالعلوم جاری کر لیا۔ اس میں حضرت حافظ محمد گوندلوی اور بعض دیگر حضرات کی خدمات بھی حاصل کر لی گئیں۔ اس دارالعلوم میں حافظ عبدالمنان نور پوری نے بھی داخلہ لے لیا۔ فیصلہ یہ ہوا کہ ابتدائی درجوں کے طلبا کو حافظ صاحب ابتدائی کتابیں پڑھایا کریں گے اور خود حضرت حافظ صاحب گوندلوی سے صحیح بخاری پڑھیں گے۔ چنانچہ اس فیصلے کے مطابق عمل کا آغاز ہوگیا۔ اس دارالعلوم کی انتظامیہ کا نام ''اخوانِ اہل حدیث'' رکھا گیا تھا۔

کچھ عرصے کے بعد ایک بزرگ حاجی غلام محمد رنگ والے نے دارالعلوم کے لیے جی ٹی روڈ پر ایک ایکڑ زمین دے دی اور وہاں چند کمرے تعمیر کر کے تدریس کا سلسلہ شروع کر دیا گیا۔ اب دال بازار کی مسجد سے دارالعلوم وہاں چلا گیا اور اس کا نام ''دارالحدیث مدینۃ العلم'' کے بجائے حضرت حافظ صاحب گوندلوی کی تجویز سے ''جامعہ شرعیہ'' رکھا گیا۔ ۲۰ رفروری ۱۹۶۸ کو حضرت مولانا محمد اسماعیل وفات پا گئے تو جامعہ شرعیہ کو مدرسہ محمدیہ میں مدغم کر دیا گیا اور اسے جامعہ شرعیہ کے بجائے ''جامعہ محمدیہ'' کہا جانے لگا، یعنی جامعہ شرعیہ ختم کر دیا گیا۔

فیصلہ کیا گیا کہ حفظ و تجوید اور ناظرہ قرآن کا شعبہ بہ دستور مدرسہ محمدیہ چوک نیائیں میں رہے گا اور درس نظامی کا شعبہ جامعہ محمدیہ جی ٹی روڈ میں چلا جائے گا۔ جامعہ محمدیہ (جی ٹی روڈ) میں اساتذہ تھے خود مولانا عبداللہ گجراتی، مولانا ابوالحسن جمعہ خاں ہزاروی، مولانا بشیر الرحمٰن نور پوری اور حافظ عبدالمنان نور پوری۔! مدرسہ محمدیہ چوک نیائیں کے اساتذہ تھے شیخ الحدیث مولانا عبدالحمید ہزاروی، حافظ عبدالسلام بھٹوی اور مولانا حافظ محمد رفیق جھجھوی۔ کچھ عرصے کے بعد حافظ عبدالسلام بھٹوی نے استعفیٰ دے کر کے مدرسہ محمدیہ سے علیحدگی اختیار کر لی اور مولانا جمعہ خاں ہزاروی وفات پا گئے۔ یہ اس وقت کی بات ہے جب جامعہ شرعیہ کو جامعہ محمدیہ میں مدغم کیا گیا تھا۔ اس کے بعد جامعہ محمدیہ میں درس نظامی کے اور اساتذہ کا تقرر بھی کیا گیا، نیز حفظ و تجوید اور ناظرہ کے اساتذہ کا سلسلہ بھی یہی رہا کہ بعض آئے اور بعض گئے۔

ذیل میں شروع سے لے کر آخر تک حافظ عبدالمنان نورپوری کے تمام اساتذہ کا ذکر کیا جاتا ہے۔ اس فہرست میں، جو پچیس حضرات پر مشتمل ہے، ان کے چھوٹے بڑے تمام استاد شامل ہیں۔ ترتیب کچھ اس طرح ہے۔

①...... مولوی چراغ دین نورپوری: یہ حافظ عبدالمنان نورپوری کے ابتدائی دور کے نہایت شفیق استاد تھے۔ ان سے وہ اپنے گاؤں کی مسجد میں قرآن مجید باترجمہ پڑھتے رہے۔ ان کے اندازِ تربیت سے حافظ صاحب ممدوح بہت متاثر ہیں۔

②...... مولوی غلام رسول ساکن چھلوکی: ان سے انھوں نے نورپور کے پرائمری سکول میں نصاب کے مطابق ''ہمارا حساب'' کتاب پڑھی۔

③...... ماسٹر نذیر احمد: یہ بھی ان کے پرائمری سکول کے استاد تھے۔

④...... ماسٹر عبدالمنان راز: ان سے جامع مسجد اہل حدیث (دال بازار) میں چھٹی جماعت کی انگریزی کی کتاب پڑھی۔

⑤...... حکیم نذیر احمد جنڈیالوی: گوجراں والا کے تھانے والے بازار میں ان کا مطب تھا۔ حافظ صاحب نے ان سے طب کی کتاب ''شرح اسباب'' پڑھی۔

⑥...... حکیم عبدالمجید: یہ ہمارے نہایت مہربان بزرگ تھے اور مولانا محمد اسماعیل سلفی کے چچا زاد بھائی تھے۔ چوک نیائیں کی اونچی مسجد کی ایک دکان میں ان کا مطب تھا۔ حافظ صاحب ان سے خوش خطی سیکھتے رہے۔

⑦...... مولوی عبدالواحد: یہ بمباں والی کے رہنے والے تھے اور کاتب تھے۔ جامعہ محمدیہ چوک نیائیں کی دکانوں میں ان کی ایک دکان تھی۔ حافظ صاحب نے ان سے کچھ عرصہ کتابت کا فن سیکھا۔

⑧...... غلام محمد درزی: یہ نورپور کے رہنے والے تھے۔ حافظ صاحب نے ان سے اپنے گاؤں میں سلائی کا کام سیکھا۔

⑨...... خواجہ حافظ محمد قاسم: حافظ عبدالمنان نورپوری نے مدرسہ محمدیہ چوک نیائیں میں ان سے ''القراءۃ الرشیدۃ'' کا تیسرا حصہ پڑھا۔

⑩...... مولانا عبدالحمید گجراتی: ان سے حافظ صاحب نے جامع مسجد اہل حدیث (دال بازار) میں شرح جامی، قطبی، میر قطبی، سعدیہ، رشیدیہ اور ہدیہ سعدیہ کتابیں پڑھیں۔

⑪...... مولانا غلام رسول گجراتی: ان سے علم صرف کی کتاب ''حاشیہ عبدالغفور'' پڑھی۔

⑫...... قاری ولی محمد: ان سے مولانا محمد داود ارشد کی جامع مسجد اہل حدیث میاں چنوں میں تجوید کے موضوع کی کتاب جمال القرآن پڑھی۔ کچھ قواعد زبانی سنے اور تلاوتِ قرآن کی مشق کی۔

⑬...... قاری محمد یونس پانی پتی: ان سے ان کے مدرسے کچے دروازے میں الفاظ قرآن کو صحیح طریقے سے پڑھنے کی مشق کی اور دو پارے حفظ کیے۔

⑭...... مولانا عزیز الرحمٰن ایبٹ آبادی: جامع مسجد اہل حدیث دال بازار میں ان سے ''سلّم العلوم'' اور جامعہ محمدیہ (جی ٹی روڈ) میں ''هداية الحكمة'' اور ''میبذی'' دو کتابیں پڑھیں۔

⑮...... مولانا ابوالحسن جمعہ خان ہزاروی: ان سے جامعہ محمدیہ (جی ٹی روڈ) میں حافظ عبدالمنان نورپوری نے جو درسی کتابیں پڑھیں وہ یہ ہیں تفسیر بیضاوی، الفوز الکبیر، شمس بازغہ، صدرا، ملاحسن، حمداللہ، مسلم الثبوت، توضیح تلویح، تاریخ الادب العربی، محیط الدائرہ، تحریر اقلیدس، شرح تہذیب از ملا جلال، حاشیہ میر زاہد، خیالی، شرح مواقف، مطوّل، تصریح، شرح چغمینی وغیرہ۔

⑯...... علامہ احسان الٰہی ظہیر: ان سے مسجد اہل حدیث دال بازار میں حافظ صاحب ممدوح نے تین کتابیں پڑھیں: رشیدیہ، دیوان حماسہ اور شرح عقائد۔ یہ معلوم نہیں کہ یہ تینوں کتابیں پوری پڑھیں یا ان کے کچھ حصے پڑھے۔

⑰...... مولانا عبداللہ امجد چھتوی: جامعہ محمدیہ (جی ٹی روڈ) میں ان سے دورۂ مناظرہ پڑھا۔

⑱...... مولانا عبدالرحمٰن لکھوی: یہ بھی جامعہ محمدیہ (جی ٹی روڈ) میں حافظ صاحب کے استاد تھے۔ ان سے دو کتابیں پڑھیں: قاضی

مبارک اور خلاصۃ الحساب۔

⑲...... مولانا محمد وزیر پونچھی: یہ مدرسہ محمدیہ چوک نیائیں میں پڑھاتے تھے اور حافظ صاحب کے زمانہ طالب علمی کے ابتدائی عہد کے استاذ تھے۔ ان سے یہ کتابیں پڑھیں: سنن ابن ماجہ، چھٹی جماعت کی کتاب فارسی، عربی کا معلم، نحومیر، صرف میر، میزان الصرف، صرف بہائی، نخبۃ الاحادیث اور درجات الادب۔

⑳...... شیخ الحدیث مولانا عبدالحمید ہزاروی: جامعہ محمدیہ چوک نیائیں میں ان کے سامنے جن کتابوں کے لیے حافظ صاحب نے زانوئے شاگردی تہ کیا۔ ان میں حدیث، فقہ، صرف ونحو، منطق، ادبِ عربی اور فارسی وغیرہ علوم کی متعدد کتابیں شامل ہیں، جن کے نام یہ ہیں: گلستاں، بوستاں، فصول اکبری، شافیہ، مراح الارواح، علم الصیغہ، ہدایۃ النحو، کافیہ، الفیہ ابن مالک، شرح ابن عقیل، شرح نخبہ، مقدمہ ابن الصلاح، مجموعہ منطق، مرقاۃ، شرح تہذیب، قطبی، سنن نسائی، جامع ترمذی، سنن ابی داود، موطأ امام مالک، صحیح مسلم، صحیح بخاری، نورالایضاح، قدوری، شرح وقایہ، کنزالدقائق، ہدایہ، تلخیص المفتاح، مختصر المعانی، القراءۃ الرشیدہ (اول، دوم، چہارم)، نفحۃ الیمن، سبعہ معلقہ، دیوان الحماسہ، کلیلہ دمنہ، مقامات حریری، دیوان متنبّی، اصول شاشی، نورالانوار، حسامی وغیرہ۔ حافظ عبدالمنان نورپوری نے شیخ الحدیث مولانا عبدالحمید ہزاروی سے بہت استفادہ کیا اور بے شبہ مولانا ہزاروی تفسیر، حدیث اور دیگر علوم متداولہ میں مہارت رکھتے ہیں اور ان کے وسعت پذیر حلقۂ تدریس سے بے شمار علماء وطلباء نے حصولِ فیض کیا۔ ان شاء اللہ کسی مجموعے میں ان پر مستقل مضمون لکھا جائے گا۔

㉑...... مولانا عبداللہ گجراتی: ان سے جامعہ محمدیہ چوک نیائیں میں ابواب الصرف، بلوغ المرام، مشکوٰۃ شریف اور تفسیر جامع البیان پڑھیں۔ دال بازار کی مسجد میں ان سے بدایۃ المجتہد اور سراجی دو کتابیں پڑھیں۔

㉒...... حافظ عبداللہ بڈھیمالوی: ان سے جامع مسجد اہل حدیث، کورٹ روڈ، کراچی میں دورۂ تفسیر پڑھا اور سند اجازہ حاصل کی۔

㉓...... مولانا حافظ عبداللہ روپڑی: ان سے جامع مسجد قدس (لاہور) میں دورۂ تفسیر پڑھا اور اس کی سند لی۔

㉔...... مولانا محمد اسماعیل سلفی: ان سے حافظ عبدالمنان نورپوری نے مدرسہ محمدیہ چوک نیائیں میں حصول فیض کیا۔ چھ سال ان کی خدمت میں رہے۔ صحیح بخاری، صحیح مسلم، جامع ترمذی اور موطأ امام مالک ان سے پڑھیں۔ نمازِ فجر کے بعد بالالتزام ان کا درس قرآن سنتے رہے۔ اردو سے عربی ترجمہ کرکے بھی انھیں دکھاتے اور ان سے اصلاح لیتے رہے۔ ان سے انھوں نے سندِ روایت حاصل کی۔ مولانا سلفی جلیل القدر عالم، بہت بڑے مقرر اور مشہور مدرس تھے۔ ان سے فیض پانے والوں کا حلقہ بے حد وسیع ہے۔ حضرت مولانا سے متعلق اس فقیر نے اپنی کتاب ''نقوش عظمت رفتہ'' میں طویل مضمون لکھا ہے۔ ان شاء اللہ ان کے تفصیلی حالات میں ایک مستقل کتاب لکھی جائے گی۔

㉕...... حضرت مولانا حافظ محمد گوندلوی: مسجد اہل حدیث دال بازار (گوجراں والا) میں حافظ عبدالمنان نے حضرت حافظ صاحب سے تحفۃ الاخوان پڑھی اور جامعہ محمدیہ (جی ٹی روڈ، گوجراں والا) میں قرآن مجید کی تفسیر اور دو دفعہ صحیح بخاری پڑھی۔

حافظ عبدالمنان نور پوری نے ابتدائے طالب علمی سے لے کر انتہائی کتابوں تک تعداد کے اعتبار سے پچیس اساتذہ سے استفادہ کیا۔ ان میں سے کسی سے کسی موضوع کی کتابیں پڑھیں، کسی سے کسی موضوع کی۔ پھر کسی سے زیادہ کتابیں پڑھنے کا موقع ملا، کسی سے کم۔ کسی سے کسی کتاب کا ایک حرف بھی نہیں پڑھا، بعض کام سیکھے۔ لیکن انھیں اساتذہ کی جماعت میں شمار کیا۔ یہ ان کی اخلاقی برتری کی علامت ہے۔ حافظ صاحب اپنے چھوٹے بڑے تمام اساتذہ کا ذکر بے حد احترام سے کرتے ہیں۔ اساتذہ کے علاوہ دیگر علمائے کرام کے نام بھی بڑی تکریم سے لیتے ہیں۔ وہ تمام مسالک فقہ کے اہل علم کا تذکرہ احترام کے لہجے میں کرتے ہیں۔ یہ بہت بڑی خوبی ہے جو

اللہ تعالیٰ نے ان کو ودیعت فرمائی ہے۔ ہمارے اسلاف کا یہی طریقہ تھا اور اسی پر عمل ہونا چاہیے۔

اب آئندہ سطور میں حافظ صاحب کی تصنیفی اور تحریری خدمات پر ایک نظر ڈالنے کی کوشش کرتے ہیں۔

① ...... ارشاد القاری الیٰ نقد فیض الباری: حضرت حافظ محمد گوندلوی نے مولانا انور شاہ کاشمیری کی ''فیض الباری'' پر تنقیدی نوٹ لکھے تھے جنھیں حافظ عبدالمنان نور پوری نے جمع کیا اور ان پر مفید اضافے کیے۔ کتاب العلم کے "باب من اجاب الفتیا باشارة الید" تک کام مکمل کر کے حضرت حافظ صاحب گوندلوی کی خدمت میں پیش کیا تو انھوں نے اس کی تحسین فرمائی اور بعض مقامات کی تصحیح کی۔ اور لکھا:

"وإن تم کان مفیدا للطلبة، وأرجوا أن یوفقه الله تعالیٰ للإتمام۔"

محمد الکوندلوی۔ ٦/ ٥/ ١٤٠١

چنانچہ حافظ عبدالمنان صاحب نے اس کام کو جاری رکھا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اب تک اس کی تین ضخیم جلدیں چھپ چکی ہیں۔

ہر نقد کی ترتیب کچھ اس طرح ہے:

☆ ...... قال: یہ مولانا انور شاہ کاشمیری کی فیض الباری کا اقتباس ہے۔

☆ ...... أقول: اس کے قائل حضرت حافظ گوندلوی ہیں۔

☆ ...... یقول: یہ حافظ عبدالمنان صاحب کے زوائد ہیں۔

☆ ...... بعض الناس: اس سے گوجراں والا کے کچھ لوگ مراد ہیں۔

یہ حضرت حافظ محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی اس موضوع سے متعلق نہایت اہم کتاب ہوگی اور اس کے مرتب حافظ عبدالمنان نور پوری کی بہت بڑی علمی کاوش۔

② ...... احکام و مسائل: مختلف مقامات کے لوگ بذریعہ خطوط حافظ عبدالمنان صاحب سے شرعی نوعیت کے مسائل پوچھتے ہیں۔ حافظ صاحب ہر سائل کو کتاب و سنت کی روشنی میں جواب دیتے ہیں۔ اس طرح انھوں نے اب تک لوگوں کے سیکڑوں سوالات کے جواب دیے جو ''احکام و مسائل'' کے نام سے دو ضخیم جلدوں پر مشتمل ہیں۔ ان جلدوں میں عقائد و ایمانیات سے لے کر ہر قسم کے مسائل خوب صورت انداز میں مندرج ہیں۔ ان دونوں جلدوں کو قرآنی احکام، رسول اللہ ﷺ کے فرامین اور فقہی نکات کا دلآویز مرقع قرار دینا چاہیے۔ اس میں قاری کو مختلف قسم کے استفسارات کے مدلل جواب ملیں گے۔ احکام و مسائل کی پہلی جلد ۶۳۲ صفحات اور دوسری جلد ۸۶۴ صفحات پر محیط ہے۔ یہ دونوں جلدیں کتاب و سنت کی اشاعت کے عظیم ادارے المکتبۃ الکریمیہ (۶۔ عظیم مینشن، نزد لکشمی چوک، رائل پارک، لاہور) نے نہایت اہتمام سے شائع کی ہیں۔ ان کی جمع و ترتیب کا فریضہ جامعہ محمدیہ جی ٹی روڈ گوجراں والا کے فاضل استاذ مولانا محمد مالک بھنڈر نے انجام دیا ہے۔

کتاب ''احکام و مسائل'' کی جلد اوّل میں ۱۹۸۵ء سے ۲۰۰۰ء تک کے خطوط کے جواب معرض اشاعت میں آئے ہیں اور جلد دوم میں ۲۰۰۱ء سے ۲۰۰۴ء تک کے جواب شائع کیے گئے ہیں۔ ۲۰۰۴ء سے بعد کے جوابات کی جمع و ترتیب کا کام مولانا محمد مالک بھنڈر بڑی محنت سے کر رہے ہیں۔ المکتبۃ الکریمیہ نے اسے شائع کر کے اصحابِ علم پر بہت بڑا احسان کیا ہے۔

③ ...... مرأة البخاری: ہر سال صحیح بخاری شروع کرنے سے قبل حافظ عبدالمنان علم حدیث اور امام بخاری اور ان کی کتاب صحیح بخاری سے متعلق طلباء کو بعض ضروری اور اہم معلومات اِملا کراتے تھے۔ ''مرأة البخاری'' انھی معلومات پر مشتمل ہے جسے حافظ صاحب کے لائق شاگرد مولانا محمد یونس عتیق نے ایڈٹ کر کے حافظ صاحب کی خدمت میں پیش کیا۔ ۲۴۰ صفحات کی یہ کتاب پہلی دفعہ ۱۹۹۹ء میں مولانا محمد طیب محمدی کی کوششوں سے شائع ہوئی۔

④ ...... زبدة المقترح فی علم المصطلح: یہ کتاب عربی زبان میں ہے اور اس میں اصول حدیث اور حجیت حدیث پر بحث کی گئی ہے۔ نیز منکرین حدیث کے شبہات کا ازالہ کرنے کی سعی فرمائی گئی ہے۔

اسے ادارہ تحقیقات سلفیہ، گوجراں والا نے شائع کیا۔

⑤...... فصل الخطاب فی تفسیر فاتحۃ الکتاب: حافظ صاحب ۱۹۹۸ء سے نمازِ فجر کے بعد درس قرآن دے رہے ہیں۔ یہ کتاب انھی دروس پر مشتمل ہے جو سورۂ فاتحہ کی تفسیر ہے۔ ۴۴۰ صفحات کی یہ تفسیر پہلی دفعہ ۱۴۲۴ھ میں مولانا محمد طیب محمدی نے شائع کی۔

⑥...... زبدۃ التفسیر لوجہ التفسیر: یہ کتاب اصول تفسیر کے مباحث پر مشتمل ہے اور عربی زبان میں ہے۔ ادارہ تحقیقات سلفیہ، گوجراں والا کی طرف سے ۲۰۰۴ء (۱۴۲۴ھ) میں اشاعت پذیر ہوئی۔

⑦...... خطبات نور پوری: یہ مسائل جنازہ سے متعلق حافظ صاحب کے چالیس خطبات کا مجموعہ ہے۔ اس مجموعے میں اس موضوع کی وہ تفصیلات آ گئی ہیں جو کتاب وسنت میں مذکور ہیں۔ نیز اس سلسلے میں جن رسوم و بدعات کا ارتکاب کیا جاتا ہے، ان کی تردید فرمائی ہے۔ ۳۲۰ صفحات کے یہ خطبات دارالحسنٰی، گوجراں والا کی طرف سے شائع کیے گئے ہیں۔

⑧...... نخبۃ الاصول تلخیص ارشاد الفحول: یہ کتاب علامہ محمد بن علی شوکانی رحمہ اللہ کی اصول فقہ سے متعلق مبسوط تصنیف ''إرشاد الفحول إلى علم الأصول'' کی تلخیص ہے۔

⑨...... کیا مرزا قادیانی نبی ہے؟: یہ ایک تحریری مباحثہ ہے جو حافظ عبدالمنان صاحب نور پوری اور گوجراں والا کے ایک مرزائی محمد اعظم کے درمیان ہوا تھا۔ تین تین تحریروں کے بعد مرزائی مناظر نے خاموشی اختیار کر لی تھی اور حافظ صاحب کامیاب رہے تھے۔ یہ ۱۴۰۳ھ کی بات ہے۔ مکتبہ محمدیہ، گوجراں والا نے اسے ۱۴۰۶ھ میں کتابی صورت میں شائع کیا۔

⑩...... نماز میں ہاتھ اٹھانے اور باندھنے کی کیفیت: اس رسالے میں نماز میں زیر ناف ہاتھ باندھنے کی تردید کی گئی ہے اور سینے پر ہاتھ باندھنے کو صحیح قرار دیا گیا ہے۔ تمام دلائل صحیح احادیث سے دیے گئے ہیں۔

⑪...... مسئلہ رفع الیدین: یہ دراصل تحریری بحث ہے جو حافظ عبدالمنان نور پوری اور قاری جمیل احمد صاحب حنفی کے درمیان ہوئی۔ جانبین سے کئی تحریروں کا تبادلہ ہوا۔ اسے کتابی شکل میں نوردین خادم نے مدینہ کتاب گھر، اردو بازار، گوجراں والا سے ۱۴۰۸ھ میں شائع کرایا۔ صفحات ۲۱۴۔

⑫...... غنچہ نماز: نماز سے متعلق جیبی سائز کا کتابچہ۔

⑬...... نماز مترجم: یہ بھی جیبی سائز کا کتابچہ ہے۔

⑭...... مرآۃ التفسیر: یہ حافظ صاحب کے ان افادات کا مجموعہ ہے جو وہ ہر سال قرآن مجید کی تفسیر بیان کرنے سے قبل ارشاد فرماتے تھے۔ اسے حافظ صاحب کے شاگرد مولانا محمد عظیم حاصل پوری نے ایڈٹ کیا۔ ۱۲۵ صفحات کا یہ رسالہ مکتبہ نعمانیہ، گوجراں والا کی طرف سے شائع ہوا۔ اپنے موضوع کا بہت اچھا رسالہ ہے۔

⑮...... حقیقت تقلید: یہ ایک تحریری مباحثہ ہے۔ پہلی دفعہ اسے کتابی صورت میں جمعیت شبان اہل حدیث، گھر جاکھ (گوجراں والا) نے شائع کیا تھا۔

⑯...... کیا تقلید واجب ہے؟: یہ بھی ایک تحریری مباحثہ ہے جو حافظ عبدالمنان نور پوری اور حنفی عالم قاضی شمس الدین صاحب کے درمیان ہوا۔ فریقین کے درمیان پانچ پانچ تحریروں کا تبادلہ ہوا۔ حافظ صاحب نے آخری تحریر ۱۳/ ذیقعدہ ۱۴۰۱ھ کو اپنے مدمقابل قاضی صاحب کو بھجوائی جس کا ان کی طرف سے کوئی جواب نہیں آیا۔

⑰...... ردّ تقلید: یہ ایک حنفی عالم مولانا مفتی عبدالرشید صاحب کے فتوائے تقلید کی تردید میں ہے۔

⑱...... تعداد تراویح: ایک حنفی عالم مفتی غلام سرور گجراتی نے رسالہ بنام ''بیس رکعت تراویح کا شرعی ثبوت'' لکھا تھا۔ حافظ عبدالمنان نور پوری نے اس کے جواب میں ''تعداد تراویح'' کے نام سے کتاب لکھی۔ اس پر حافظ عبدالسلام بھٹوی نے بائیس صفحات کا مقدمہ لکھا۔ ۲۰۸ صفحات کی یہ کتاب ۱۴۰۷ھ میں چھپی۔

⑲...... تحقیق التراویح: یہ اس موضوع پر ایک تحریری مناظرہ ہے جو حافظ عبدالمنان اور دیوبندی عالم قاضی عصمت اللہ کے درمیان ہوا۔ حافظ صاحب نے یہ دلائل ثابت کیا ہے کہ تراویح بیس رکعت نہیں بلکہ آٹھ رکعت ہیں۔

⑳...... بیع التقسیط: یہ ایک عربی مضمون ہے جو اسلام آباد کے عربی مجلّے ''نداء الاسلام'' میں چھپا تھا۔ اس مضمون میں قسطوں کی بیع کی شرعی حیثیت بیان کی گئی ہے۔

㉑...... حج وعمرہ: ۱۰۶ صفحات کی اس کتاب میں حج اور عمرے کا مسنون طریقہ بیان کیا گیا ہے۔

㉒...... داڑھی: اس رسالے میں داڑھی رکھنے کے دلائل دیے گئے ہیں اور کٹوانے کو دلائل کی رو سے غلط قرار دیا گیا ہے۔

㉓...... آئمۂ اربعہ: یہ ایک رسالہ ہے جس میں آئمۂ اربعہ کے حالات، خدمات اور عقائد کا تذکرہ کیا گیا ہے۔ نیز تفصیل سے بتایا گیا ہے کہ کسی امام نے اپنی تقلید کا حکم نہیں دیا بلکہ انھوں نے اپنی تقلید سے منع فرمایا ہے۔

㉔...... اتفاق امت: اس مختصر رسالے میں افتراق امت کے اسباب بیان کیے گئے ہیں اور اس کے اتفاق واتحاد کا طریقہ اور اس کے فوائد وثمرات کو قرآن وسنت کی روشنی میں ضبط تحریر میں لایا گیا ہے۔

㉕...... ضعیف روایات: یہ صرف چالیس صفحات کا رسالہ ہے، جس میں ضعیف روایات کی پرکھ کا طریقہ، ان کا حکم، حجیت حدیث اور کتابت حدیث پر مختصر بحث کی گئی ہے۔ نیز دلائل کی رو سے ثابت کیا گیا ہے کہ ضعیف روایات فضائل اعمال میں بھی مقبول نہیں۔

㉖...... نکاح میں ولی کی حیثیت: اس رسالے میں حافظ صاحب نے نکاح کے موقع پر ولی کی حیثیت کو قرآن وسنت کے دلائل سے واضح کیا ہے۔

㉗...... سود کی حرمت: یہ رسالہ چار حصوں پر مشتمل ہے۔ حصۂ اول میں سود کے بارے میں آیاتِ قرآنی، حصہ دوم میں احادیث مبارکہ، حصہ سوم میں سود کی اقسام اور ان کی حرمت اور حصہ چہارم میں مجوزین سود کے دلائل کا رد کیا گیا ہے۔

㉘...... مسائل قربانی: اس رسالے میں قربانی کی فضیلت، اس کی شرعی حیثیت اور جانور کی کیفیت وشرکت کے مسائل بیان کیے گئے ہیں۔

㉙...... تعداد رکعات: اس میں نماز کی فضیلت و اہمیت اور فرض نمازوں کی رکعات کی تعداد (سنن ونوافل سمیت) احادیث کی روشنی میں تفصیل سے بیان کی گئی ہے۔

㉚...... ایمان کی حقیقت: اس کتابچے میں ایمان کی شرعی ولغوی وضاحت، ایمان کی شرائط اور مومنین کی علامتیں قرآن وسنت کی روشنی میں ذکر کی گئی ہیں۔

㉛...... اطاعت رسول: اس میں لفظ رسول کی وضاحت، نبی ورسول کے درمیان فرق اور رسول اللہ ﷺ کی اطاعت کا حکم قرآن و حدیث کی روشنی میں مرقوم ہے۔

㉜...... شادی: یہ صرف چھبیس صفحات کا کتابچہ ہے۔ اس میں قرآن و سنت کے دلائل کے ساتھ شادی کے مروجہ رسوم ورواج کی تردید کی گئی ہے۔

㉝...... ازدواجی زندگی: اس میں ازدواجی زندگی کی اہمیت اور مجردین کی تردید شریعت کی روشنی میں کی گئی ہے۔

㉞...... قرآن وسنت کی تعلیم پر اجرت لینا جائز ہے؟: یہ رسالہ ایک شخص کے سوال کے جواب میں لکھا گیا ہے۔ موضوع کا نام سے پتا چل جاتا ہے۔

㉟...... قسطوں کی بیع: یہ حافظ صاحب کے عربی مضمون ''بیع التقسیط'' کا اردو ترجمہ ہے۔ اس میں قسطوں کی بیع کو حرام قرار دیا گیا ہے اور اس سلسلے میں جو اعتراضات کیے جاتے ہیں ان کا رد فرمایا گیا ہے۔

㊱...... عقیقہ: یہ بیس صفحات کا کتابچہ ہے جس میں لفظ ''عقیقہ'' کے لغوی معنی، تحنیک کا طریقہ، نومولود کے بالوں کے برابر چاندی کا صدقہ، بچے کا نام رکھنے، کان میں اذان دینے، عقیقے کی فرضیت، عقیقے کے جانور، عقیقے کی تاریخ، وقت اور دیگر مسائل کو

شریعت کی روشنی میں بیان کیا گیا ہے۔

۳۷...... خِطبہ (منگنی): اس کتابچے میں حافظ صاحب نے منگنی کی تاریخی اور شرعی حیثیت بیان فرمائی ہے اور اس سلسلے کے رسوم و رواج کی تردید کی ہے۔

۳۸...... حجیت حدیث: اس میں منکرین حدیث کے اعتراضات کا جواب دیا گیا ہے۔

۳۹...... ختم نبوت: یہ محدث العصر حضرت حافظ محمد گوندلوی کی اردو تصنیف ہے۔ اس میں مسئلہ ختم نبوت کی تشریح کی گئی ہے اور قادیانیوں کے اِجرائے نبوت کے خود ساختہ نظریے کی بہ دلائل تردید فرمائی گئی ہے۔ کتاب کی اہمیت کے پیش نظر حافظ عبدالمنان نورپوری نے اسے عربی میں منتقل کر دیا ہے۔

۴۰...... اثبات التوحید: حضرت حافظ صاحب گوندلوی نے کسی زمانے میں پادری عبدالحق کی کتاب "التوحيد في التثليث" کی تردید میں "إثبات التوحيد في إبطال التثليث" کے نام سے کتاب لکھی تھی۔ حافظ عبدالمنان نورپوری نے حضرت حافظ صاحب گوندلوی کی اس کتاب کا عربی میں ترجمہ کر دیا ہے۔

۴۱...... اسلام کی دوسری کتاب: حضرت حافظ صاحب گوندلوی رحمہ اللہ علیہ کی یہ کتاب عقائد سے تعلق رکھتی ہے۔ حافظ عبدالمنان نورپوری نے اس کی افادیت کے پیش نظر اسے بھی عربی کے قالب میں ڈھال دیا ہے۔

۴۲...... سفر نورستان: ۱۴۰۴ھ میں حافظ عبدالمنان نے افغانستان کے علاقے نورستان کا سفر کیا۔ مولانا ذکی الرحمان لکھوی اور حکیم محمد اشفاق نورپوری بھی ان کے ہم سفر تھے۔ اس سفر کی روداد حافظ صاحب ممدوح نے ''سفر نورستان'' میں بیان کی ہے۔

اللہ کے فضل سے حافظ عبدالمنان کی اولاد دو بیٹے ہیں اور سات بیٹیاں۔ ان کا ایک بیٹا جس کا نام عبدالرحمٰن تھا بچپن میں وفات پا گیا تھا۔ دوسرا بیٹا ۱۹۷۴ء میں پیدا ہوا تو اس کا نام پہلے بیٹے کے نام پر ''ثانی'' کا لاحقہ لگا کر عبدالرحمٰن ثانی رکھا گیا۔

اب وہ ماشاء اللہ مولانا حافظ عبدالرحمٰن ثانی ہیں۔ انھوں نے جلیل القدر علمائے کرام سے تعلیم حاصل کی اور ۱۹۹۴ء میں سندِ فراغت لی۔ آج کل مرکزِ طیبہ مرید کے میں فریضۂ تدریس سرانجام دے رہے ہیں۔

دوسرے بیٹے کا نام محمد عبداللہ ہے۔ انھوں نے اپنے مسکن سرفراز کالونی، گوجراں والا کی جامع مسجد قدس اہل حدیث (المعروف حافظ عبدالمنان والی مسجد) میں حفظ قرآن کی سعادت حاصل کی، بعد ازاں درس نظامی کی تحصیل کے لیے جامعہ اسلامیہ سلفیہ (المعروف بہ مسجد مکرم، ماڈل ٹاؤن، گوجراں والا) میں داخل ہو گئے، اور اب سال چہارم کے طالب علم ہیں۔ دعا ہے اللہ تعالیٰ حافظ صاحب کی اولاد (ذکور واناث) کو اپنے حفظ وامان میں رکھے اور یہ لوگ باپ کی طرح اللہ کے دین کے مخلص ترین خادم اور نیک نام وخوش خصال ہوں۔ آمین یارب العالمین۔

اب حافظ صاحب کے تلامذہ کی طرف آیے۔

ان کو تعداد کی گرفت میں لانا مشکل ہے۔ ان کے ایک شاگرد حکیم رانا محمد مدثر خاں (ساکن چک نمبر ۴۸۵ گ ب تحصیل سمندری، ضلع فیصل آباد) ہیں۔ نہایت شریف النفس اور امور خیر کے لیے سرگرم۔ مجھے حافظ صاحب کے واقعاتِ حیات سے مطلع کرنے کا اصل ذریعہ وہی ہیں اور میں اس پر ان کا شکر گزار ہوں۔ ان کا بیان ہے کہ انھوں نے ایک مرتبہ ایک رجسٹر دیکھا تھا جس میں ان حضرات کے نام درج ہیں جنھوں نے حافظ صاحب سے تفسیر، حدیث اور بعض دیگر علوم پڑھے۔ ۶۸ صفحات کے اس رجسٹر میں بارہ سو پچاس اشخاص کے نام درج ہیں۔ لیکن حکیم محمد مدثر خاں کے بقول اس تعداد کو حتمی نہیں قرار دیا جا سکتا۔ [1] وہ کہتے ہیں کہ اس رجسٹر کے مطالعے سے مترشح ہوتا ہے کہ حافظ صاحب سے استفادہ کرنے یا اجازہ لینے والوں کا تعلق

(۱) غالباً اس رجسٹر میں حافظ صاحب رحمہ اللہ صرف ان اشخاص کا نام درج کرتے تھے جنھیں سند اجازہ مرحمت فرماتے، اور یہ بعد کی بات ہے، پہلے ایسا کوئی اہتمام نہ تھا، واللہ اعلم

سعودی عرب، مصر، فلسطین، افغانستان، ایران، بنگلہ دیش، سری لنکا، شام، بحرین، الجزائر، ملائیشیا، تھائی لینڈ اور آزاد کشمیر سے بھی ہے۔

حافظ صاحب کے شاگردوں کی جو مختصر سی فہرست میرے سامنے ہے، اس میں موجودہ دور کے ان متعدد حضرات کے نام درج ہیں جنھوں نے تدریس وتصنیف اور تقریر وخطابت کے شعبوں میں بڑا نام پایا۔ ان میں سے بعض وفات پا گئے ہیں۔ میں اس وسیع فہرست میں سے یہاں چند نام لکھتا ہوں۔ مختصر الفاظ میں ان کا تعارف بھی کرانا چاہیے لیکن معذرت خواہ ہوں کہ ان سطور میں اس کی گنجائش نہیں۔ یہ خدمت حافظ صاحب کے کسی سوانح نگار کو سرانجام دینی چاہیے۔ بہرحال حافظ صاحب کے لائق شاگردوں میں سے چند کے نام مندرجہ ذیل ہیں:

حافظ خالد مرجالوی (مرکز التربیۃ الاسلامیہ، فیصل آباد)

مفتی عبدالرحمٰن عابد (مدرسہ الدعوۃ الاسلامیہ)

مولانا محمد مالک بھنڈر (جامعہ محمدیہ گوجراں والا)

حافظ محمد شریف (بانی مرکز التربیۃ الاسلامیہ، فیصل آباد)

حافظ جمیل احمد (مدرس جامعہ الدعوۃ الاسلامیہ)

قاری گل ولی خاں (مدرس جامعہ سلفیہ، اسلام آباد)

مولانا محمد طیب محمدی

قاری عبدالصمد سیف بلوچ (خطیب جامع مسجد الکریمیہ، گوجراں والا)

مولانا محمد عظیم حاصل پوری

حافظ محمد لقمان نورپوری (مدرس جامع مسجد شفیق اہل حدیث، سرفراز کالونی، گوجراں والا)

ڈاکٹر فضل الٰہی (برادرِ صغیر علامہ احسان الٰہی ظہیر۔ آج کل بین الاقوامی اسلامک یونیورسٹی اسلام آباد میں پروفیسر ہیں۔)

حافظ ڈاکٹر عبدالحمید ازہر (اسلام آباد)

مولانا حافظ زبیر علی زئی (مصنف کتب کثیرہ و ایڈیٹر ماہنامہ ''الحدیث''، حضرو، ضلع اٹک)

حافظ محمد امین (شیخ الحدیث دارالعلوم تقویۃ الاسلام، اوڈاں والا)

مولانا محمد رمضان سلفی (استاذ جامعہ رحمانیہ، ماڈل ٹاؤن، لاہور)

حافظ ثناء اللہ زاہدی (صادق آباد، ضلع رحیم یار خاں)

مولانا خاور رشید بٹ (مدرس دارالعلوم محمدیہ، لوکو ورکشاپ، لاہور)

مولانا محمد بشیر الطیب نزیل کویت۔

حافظ فاروق الرحمٰن یزدانی۔ (بہت سی کتابوں کے مصنف و نائب مدیر ترجمان الحدیث فیصل آباد۔ مدرس جامعہ سلفیہ فیصل آباد)

اب حافظ عبدالمنان نورپوری کے چند مرحوم تلانذۂ کرام کے اسمائے گرامی بہ ترتیب تاریخ ہائے وفات۔

☆...... مولانا حبیب الرحمٰن یزدانی۔ شہادت ۲۳۔ مارچ ۱۹۸۷ء

☆...... قاری نعیم الحق نعیم۔ سابق ایڈیٹر ہفت روزہ الاعتصام۔ وفات ۳۰ر جنوری ۱۹۹۹ء

☆...... علامہ محمد مدنی (مہتمم جامعہ اثریہ جہلم۔ وفات ۱۸ر فروری ۲۰۰۲ء)

شاگردوں کے ان چند اسمائے گرامی کے بعد آخر میں جناب حافظ عبدالمنان نورپوری کے بارے میں چند اور باتیں۔

حافظ صاحب کے شاگردِ رشید جناب حکیم رانا محمد مدثر خاں صاحب کے بقول حافظ صاحب عربی کے شاعر بھی ہیں۔ وہ بتاتے ہیں کہ انھوں نے حافظ صاحب کے دو قصیدے دیکھے ہیں۔ ایک حضرت محدث حافظ محمد گوندلوی کی مدح میں اور دوسرا مولانا عطاء اللہ حنیف بھوجیانی کی مدح میں۔ یہ دونوں قصیدے مجلّہ ''الرباط'' میں چھپے ہیں۔

انھی رانا محمد مدثر خاں کا بیان ہے کہ بعض فنون کی کتابوں کے متن حافظ صاحب نے حفظ کیے تھے، مثلاً علم میراث کی ''الطیب المرام'' کا متن انھیں زبانی یاد تھا۔ اسی طرح فن مناظرہ کی کتاب رشیدیہ کا متن ''شریفیہ''، اصول حدیث کی ''نخبۃ الفکر'' کا متن اور شاہ اسماعیل شہید دہلوی کے رسالہ ''اصول الفقہ'' کا متن بھی انھیں حفظ ہے۔ صرف ونحو اور بعض ادبی کتابوں کے متون بھی کسی زمانے میں انھوں نے باقاعدہ حفظ کیے تھے۔ نبی ﷺ کی بہت سی احادیث انھیں ازبر تھیں۔

(باقی صفحہ نمبر ۳۱ پر)

تبصرۂ کتب

تبصرے کے لیے کتاب کے دو نسخوں کا آنا ضروری ہے

قرآن وسنت کی روشنی میں حیثیت نسواں

مؤلف: مولانا فضل الرحمٰن ازہری ﷾

ضخامت: ۹۶ صفحات

قیمت: ۵۰ روپے

ناشر: انیب الرحمٰن، ریز مشینری نشتر روڈ، لاہور

ملنے کا پتا: دارالکتب السّلفیہ، مکتبہ قدوسیہ، اردو بازار، لاہور

زیر تبصرہ کتابچے میں، جیسا کہ عنوان سے ظاہر ہے، یہ بیان کیا گیا ہے کہ اسلام میں عورت کا مقام کیا ہے اور اسلام نے جو مقام اسے دیا ہے وہ گزشتہ تمام ادیان سے بلند وبالا ہے۔

علمائے کرام اور مفسرین عظام نے عورت کی عظمت وبلندی کو اسلامی تعلیمات کے ذریعے روشناس کرایا اور اللہ اور اس کے سچے رسول جناب محمد رسول اللہ ﷺ نے عورت کے بارے ہم مسلمانوں کو تعلیم دی اور اسے جو توقیر وعظمت عطا فرمائی وہ تا قیامِ قیامت قائم ودائم رہنے والی ہے۔

عورت کو تین درجات حاصل ہیں: وہ ایک قابل فخر ماں بھی ہوتی ہے، ایک تعاون کرنے والی بیوی کی حیثیت سے انسان کی زندگی میں بھی داخل ہوتی ہے اور پھر انسان کو اللہ تعالیٰ بیٹی کے روپ میں بھی اسے عطا کرتا ہے۔ ماں، بہن اور بیٹی کے درجات الگ الگ ہیں۔ اسلام نے اس کے ہر درجے کی حیثیت کو الگ الگ طور سے واضح فرما دیا ہے۔ لیکن باطل اقوام میں عورت کی جو تذلیل ہوا کرتی ہے، اسے بھی مدنظر رکھا جائے تو اسلام سب سے بڑھ کر عورت کی تعظیم کرنے والا ہمیں کوئی دوسرا مذہب نظر نہیں آئے گا۔

یہ مختصر کتابچہ محترم مؤلف نے قرآن وسنت کی تعلیمات سے اخذ وترتیب کے بعد مرتب فرما دیا ہے۔

اس میں حیثیت نسواں، تخلیق عورت، بیویوں کے حقوق، عورت بحیثیت ماں، عورت بحیثیت بیٹی، عورت بحیثیت بیوی، نکاح وطلاق، مہر، شادی وبیاہ اور اس کے اندر غلط رائج رواج ورسوم کا ردّ وغیرہم جیسے عنوانات کی تشریح وتفسیر بیان کی گئی ہے۔

کمپیوٹر کمپوزنگ، کارڈ کور استعمال کیا گیا ہے۔



بقیہ: حافظ عبدالمنان نور پوری ﷫

حافظ صاحب نے نام ونمود سے پاک بالکل سادہ زندگی بسر کی، نہ کسی سے کوئی جھگڑا، نہ کسی قسم کی ہنگامہ آرائی کا شوق۔ تمام وقت پڑھنے پڑھانے اور لکھنے لکھانے میں گزرتا۔ عام جلسوں میں جانے سے گریزاں اور بڑے بڑے القاب سے نفور۔ ان کی تصانیف کو علوم کے خزانے اور مسائل کے گنجینے سے تعبیر کرنا چاہیے۔ اسلوب تحریر ایسا آسان کہ ہر بات ہر شخص کو بہ آسانی سمجھ میں آجاتی ہے۔

ہم عاجز بندوں کی دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ انھیں اپنے دین کی خدمت کے زیادہ سے زیادہ مواقع فراہم کرے۔



دار الحدیث الجامعۃ الکمالیۃ (رجسٹرڈ) راجووال

بانی و سرپرست شیخ الحدیث جناب مولانا محمد یوسف رحمہ اللہ

معیاری دینی و دنیاوی تعلیم پیش کرنے والا منفرد ادارہ

داخلہ 10 مارچ 2012ء

تک صرف اعدادی کلاس اور شعبہ حفظ میں جاری رہے گا۔ پرائمری و مڈل کے امتحانات سے فارغ ہونے والے طلبہ فوری رابطہ کریں۔ محدود نشستوں پر داخلہ میرٹ کی بنیاد پر ہوگا۔

نوٹ: یہ تمام طلباء وفاق المدارس کے امتحانات میں بھی شریک ہوئے اور اعلیٰ نمبروں میں کامیاب ہوئے۔ الحمد للہ

نیز یہ تمام طلبہ ترجمۃ القرآن، مشکوٰۃ المصابیح، جامع ترمذی، جامع صحیح بخاری و دیگر علوم کے اسباق بھی سبقاً پڑھ رہے ہیں۔

کلاس نہم 2011 میں بہترین نمبر حاصل کرنیوالے طلباء

رول نمبر	نام	حاصل کردہ نمبر
180066	علی جواد ([illegible])	420
180282	عبدالتواب شاکر ([illegible])	398
180579	حافظ نوید الحسن ([illegible])	391

میٹرک 2011ء کا شاندار رزلٹ

رول نمبر	نام	حاصل کردہ نمبر
106377	حافظ امجد سہیل (آف میاں چنوں)	813
106390	حافظ حماد حسین ([illegible])	651
106372	حافظ بلال حسین (قصور)	651

فرسٹ ائیر 2011 کا شاندار رزلٹ

رول نمبر	نام	حاصل کردہ نمبر
561008	حافظ عبدالرحمٰن (بہاولنگر)	413
560881	حافظ عبدالروف (راجووال)	412
560981	حافظ اویس قرنی ([illegible])	411
560827	حافظ احسن عظیم ([illegible])	408

برائے رابطہ: پروفیسر عبیدالرحمٰن محسن، پی ایچ ڈی سکالر پنجاب یونیورسٹی (مہتمم) دار الحدیث الجامعۃ الکمالیۃ راجووال ضلع اوکاڑہ
0300-6972721-044-4870005-0305-7432990

سیرت رحمت عالم ﷺ

خوفِ غم آرزوئے راحت ہے
یہ محبت نہیں تجارت ہے

آرزوؤں کی اتنی کثرت ہے
زندگی کیا ہے اک مصیبت ہے

حسن کو عشق کی ضرورت ہے
یہ فسانہ نہیں حقیقت ہے

تیرے ہوتے ہوئے غمِ جاناں
اور کس چیز کی ضرورت ہے

کیا خوشی اس کو راس آئے گی
دل تو پروردہ مصیبت ہے

دل پہ کیا کیا گزر گئی مت پوچھ!
جی رہا ہوں یہی غنیمت ہے

ہر نفس میں ہے یادِ دوست کا رنگ
یہ تو دوری نہیں ہے قربت ہے

ہوشیار اے نگاہِ سادہ مزاج

(ماہر القادری)